Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا

[illegible] مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو

نمبر ۵ اگست ۱۹۳۰ء ۹ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ جلد ۲۹

ایڈیٹر:- محمد ظہور الدین اکمل

قادیان

مقام اشاعت قادیان دارالامان پنجاب سے

ہر انگریزی مہینے کی ۵ تاریخ شائع ہوتا ہے

چندہ

چندہ سالانہ ہندوستان میں ۳ روپے اور ہندوستان سے باہر ۳ روپے مستحق طلباء اور غیر احمدیوں سے اڑھائی روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فہرست مضامین

اسلام کے احسانات ہندوستان پر	۲۸۱–۲۸۸	ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر
مذہب اور سائنس	۲۸۹–۳۱۳	مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل
ہمارا خانہ کعبہ		
لاطینی و فارسی رسم الخط	۳۱۴–۳۲۰	ماخوذ

جامعہ احمدیہ اس رسالہ کا نمبر دوم شائع ہوگیا۔ اس میں بہت سے علمی دکار آمد مضامین ہیں۔ ثمرۃ الخواج استقبال کعبہ۔ انتفاع المرتہن بالمرہون تینوں مضمون ابھی نامکمل ہیں حجم ۶۴ صفحے کر دیا گیا ہے جس میں سے ۱۶ صفحے عربی مضامین ہیں۔ کاغذ بھی اعلیٰ درجے کا ہے۔ انشاء اللہ یہ رسالہ بہت جلد ترقی کرے گا۔ واللہ الموفق

تعلیم الاسلام ہائی سکول میگزین۔ تعلیم الاسلام مدرسہ انگریزی کے طلباء نے بھی میگزین نکالا۔ ماشاء اللہ یہ رسالہ نہایت شاندار نکلا ہے۔ ٹائیٹل پیج پر ہائی سکول کی عمارت کا دلکش فوٹو ہے۔ رسالہ کے صفحات میں ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو دوسرا مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر کا فوٹو ہے۔ $\frac{20 \times 30}{4}$ تقطیع۔ ۱۶ صفحے اردو۔ ۲۴ صفحے انگریزی میں اپنے عزیز طلباء کو ان کی اس کامیاب کوشش پر مبارکباد کہتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ یہ رسالہ ایڈیٹر انچیف ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی اے اور انکے معاونین چوہدری غلام محمد صاحب منشی فاضل او ٹی و ماسٹر حسین خاں صاحب ایچ وٹی کی ادارت میں خوب ترقی کریگا اولڈ بوائز کو اسکی توسیع اشاعت میں خوب حصہ لینا چاہیئے۔ دو روپے سالانہ معمولی بات ہے ؞

السیف الصارم یہ فارسی کتاب ۱۲۴ صفحے حجم پر عمدہ کاغذ۔ اچھی لکھائی۔ خوشنما طباعت سے آراستہ حال ہی میں شائع ہوئی ہے اسکے مصنف خلیفہ پیر عبد القیوم صاحب نقشبندی مجددی لوگردی (کابلی) ہیں۔ زبان فارسی ہے اس میں ہفتاد و دو ملت کا بیان ہے۔ اور اصولاً مدلّل بہ آیات قرآن مجید و احادیث رسول کریم صلعم بتایا ہے۔ کہ ناجی فرقہ کونسا ہے اور اسکے کیا نشانات ہیں سلسلہ احمدیہ کے معتقدات کی تائید فرمائی ہے۔ قیمت صرف ۸ر علاوہ محصولڈاک ؞ ملنے کا پتہ:- خان محمد امین خان بخارائی۔ قادیان پنجاب

بقایا دار توجہ فرمائیں رسالہ ریویو اردو کے وی پی کیئے گئے تھے ان اصحاب کے نام جن سے تاحال چندہ سالانہ وصول نہیں ہوا۔ جن مہربانوں نے باوجود رسلہ باقاعدہ وصول کرنیکے واپس بصیغہ انکاری کر دیئے وہ اپنے طرز عمل پر نظر ثانی فرمائیں۔ اور قیمت بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر عند اللہ ماجور و عندی مشکور ہوں ؞ (مینجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اِسلام کے اِحسانات ہندوستان پر

ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر بہت سی نادر اور مفید ملک و ملت کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ آجکل آپ ایک نئی تالیف میں مصروف ہیں۔ اس میں یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں نے ہندوستان پر کیا کیا احسانات کیئے اور بالمقابل ہندو غدر سے پہلے اور غدر سے بعد کن کن منصوبوں میں لگے رہے۔ جو کچھ لکھا ہے تاریخی حوالوں سے مستند کیا ہے۔ اور زیادہ تر غیر مسلموں اور محققین یورپ کی تحقیقات پر مشتمل ہے۔ امید ہے یہ کتاب بہت جلد شائع ہو کر دنیائے سیاست و مذہب کی صحیح رہنمائی کریگی۔ ہم اس کا ابتدائی حصہ درج ذیل کرتے ہیں ۞ (ایڈیٹر)

مسلمانوں نے اپنے زمانۂ اقتدار میں جیسی سیر چشمی۔ دریا دلی اور فیاضی کا نمونہ دکھایا۔ اور اپنے مفتوحوں اور ماتحتوں سے جس طور کی ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کیا اور ان سے جس قسم کی مسامحت اور رواداری برتی۔ یقیناً اس کی نظیر دنیا کی کوئی قوم، کوئی مذہب، کوئی ملک اور کوئی تہذیب نہیں لا سکتی۔ یہ جس ملک میں گئے اور جس قوم پر فتح پائی۔ اسے ہر قسم کے حقوق دیئے۔ مراعات بخشیں۔ اور ان کے مذہب، ان کے تمدن ان کے لٹریچر اور ان کی تہذیب سے قطعاً کوئی تعرض نہ کیا، بلکہ جہاں تک ہو سکا ان کے مذہب، تمدن، لٹریچر اور تہذیب کے محافظ بنے۔ یہی نہیں۔ اپنی مخلصانہ کوششوں سے انہیں اور بھی جِلا دی۔ اور ان میں جو نقص تھے انہیں دُور کرنے کی سعی کی۔ پھر جس ملک پر قبضہ کیا اسے اپنا وطن سمجھا اور اس میں بس گئے اور اسے سرسبز اور شاداب بنانے میں اپنی انتہائی قوتیں صرف کر دیں۔ اسکے سوا اس ملک کے باشندوں کو بھی اپنایا۔ ان کو علوم و فنون سے بہرہ ور کیا۔ معاشرت کے اصول سکھائے اور مہذب بنایا۔ اور ان میں انسانیت اور خودداری کا جذبہ پیدا کیا۔ اپنی حکومت میں حصہ دار بنایا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ اور اہم سے اہم عہدے عطا کیئے۔ الغرض اور بھی جو ممکن سلوک ہو سکتا تھا اس سے دریغ نہ کیا ۞

اور جن قوموں کو ان کے دشمن ہزارہا سال سے غلامی کی خاردار زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے جنکی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تہذیب اور تمدّن کو پامال کیا جا چکا تھا۔ جن کے افکار و خیالات کُچل کے رکھ دیئے گئے تھے۔ انہیں بھی ترقی کرنے اور دنیا میں سربلند ہونے کیلئے ہر ممکن مواقع بہم پُہنچائے ۔

اور جو لوگ مذہبی پروہتوں کے ذریعہ بِلّیوں اور کُتّوں سے بھی بدتر سمجھے جاکر ہمیشہ کے لئے 'اچھوت' قرار دیئے جا چکے تھے اُن خاکِ مذلّت میں پڑے ہوئے بیکس انسانوں کو بھی اُٹھا کر گلے لگایا۔ اور ہر ایک اُس حق کا جائز مستحق قرار دیا جو بڑے سے بڑے انسان کے لئے ممکن ہے ۔

جسٹس راناڈے کا بیان

اوروں کا ذکر چھوڑیئے۔ ہندوستان ہی کو لیجئے توحید اور مساوات کے علمبرداروں کے ورود سے قبل اس کی کیا حالت تھی۔ اور مسلمانوں نے اسے کیا سے کیا بنا دیا۔ اسکے متعلق مہاراشٹر کے مشہور برہمن لیڈر فرماتے ہیں کہ:-

"اس زمانہ کے البیرونی۔ عبدالرزاق۔ ابن بطوطہ اور روسی دنیشیا کے سیاحوں کی تحریروں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہندوؤں میں عملی قابلیت کا مادہ نہ تھا۔ اور خیالات باطلہ کی طرف عقیدہ جما ہوا تھا۔ ہندوؤں میں نہ تو جمہوری خیالات کا رواج تھا اور نہ مساوات انسانی کا۔ بیشمار فرقے عظمت اور ذلت کے اوج و حضیض میں گرفتار تھے۔ جس سے خواہ کتنی کوشش کریں نہ تو بڑھ سکتے تھے اور نہ موروثی عظمت سے گر سکتے تھے۔ ہندوستانی عورتیں بیکس و بے اختیار تھیں۔ عام ہندو میلے کچیلے رہتے تھے۔ پاکیزگی کا نام و نشان نہ تھا۔ عادتیں ردّی تھیں۔ چند خدا پرست برہمن بھی بجائے عملی نمونہ کے لفاظی و لسّانی کو برتتے۔ اور راسکو دانائی تصوّر کرتے تھے۔ ہندو سردار طماع اور ظالم تھے اور اجتماعی طور پر کوئی رفاہ عام کا کام نہیں کرتے تھے۔ بزدلی۔ رذالت عموماً پائی جاتی تھی۔ پراگندگی و انتشار بیشمار تھا۔ کوئی نظم و نسق نہ تھا۔ جنوبی ہند کی حالت اور بھی ابتر تھی۔ مرد عورت سب کالے اور وحشی، بے انتہا ذاتوں میں تقسیم۔ اپنے اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ ... ان کی قربانی دیتے تھے۔ عورتیں ستی ہوتی تھیں۔ اور بعض ہندو مذہبی خیال سے گنگا میں ڈوب کر خودکشی کو مقدس ایثار جانتے تھے۔ مندروں کے بتوں کی گاڑیوں تلے کچل کر جان دینا ذریعۂ نجات مانتے تھے۔ شمالی ہند اور جنوبی ہند کے ہندوؤں کی طرز معاشرت میں فرق پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ شمالی ہند میں مسلمانوں کا فاتحانہ اور شاہانہ تعلق جنوبی ہند کی نسبت زیادہ رہا۔ اسی لئے شمالی ہند کے ہندو عموماً اسلامی معاشرت کے قالب میں ڈھل گئے۔ اور لباس صورت و شکل میں کسی ہندو خاندان اور شریف میں برائے نام امتیاز رہ گیا۔ اور ہندوؤں کی معاشرت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں ایک حیرت انگیز انقلاب ہوا۔"[۵]

مسلمانوں کے ورود مسعود کے وقت جو حالت اس ملک اور اس کے باشندوں کی تھی یہ اس کا نہایت ہی مختصر سا خاکہ ہے۔ اور ان کی معاشرت پر اسلامیوں کی بدولت جو "حیرت انگیز انقلاب" پیدا ہوا اس کی یہ ادنیٰ سی جھلک ہے جو قارئین کرام نے دیکھی۔ اب اس ملک کی مذہبی۔ اقتصادی اور سیاسی زندگی میں جو تغیر رونما ہوا اس کا حال بنگال کے مشہور ہندو لیڈر کی زبانی سُنئے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

بابو بپن چندر پال

"مسلمان اس ملک میں فاتح بنکر آئے۔ مگر برطانوی روش کے خلاف انہوں نے ہندوستان کو بہت جلد اپنا وطن بنالیا۔ اور مذہب کے سوا یہاں کے باشندوں میں اور ان میں کوئی چیز مابہ الامتیاز نہ رہی...... یہ مسلمانوں کی انتہائی ہمدردی اور خدا ترسی کا جذبہ ہی تھا۔ جس نے ہندوستان جیسے عظیم الشان ملک کی مذہبی زندگی اور خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اور ایک فاتح کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہو کر ہزار ہا نفوس کی معاشرت و قلوب کو متاثر کئے بغیر نہ چھوڑا۔ اسلام نے یہاں آکر ہمیں جدید آئین و قوانین سے روشناس کیا۔ نئے طریقہ ہائے انتظام بتائے۔ حکومت کے جدید اغراض و مقاصد سے واقف بنایا۔ اور ہندوستان کے مختلف افراد اور مختلف صوبوں میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جو پیشتر کی نسبت کہیں زیادہ وسیع سیاسی و اقتصادی مفاد و مقاصد کی حامل تھی۔ مسلمانوں نے انگریزوں کی آمد سے ایک مدت پیشتر ہی ہندوستان کی سلطنت کو منظم اور قوم کو متحد کرنے کا فخر و شرف حاصل کر لیا تھا..... اسلام نے جب کچھ اقتدار حاصل کر لیا تو مسلمان غیر مذاہب کے پیروؤں کے ساتھ اس رواداری کے ساتھ پیش آئے اور ان کی آزادی اور حقوق کی ایسی محافظت کی جو دنیا میں کی جا سکتی ہے الخ"[۲]

مسلمانوں نے اس ملک کی معاشرت زبان اور لٹریچر پر جو احسان کیا اس کا حال دکن کی مشہور ہندو خاتون کے لفظوں میں سُنئے۔ فرماتی ہیں کہ:۔

شریمتی سروجنی نیڈو صاحبہ

"اسلام کی حُریّت و جمہوریت آج سبق لینے کے لائق ہے (جمہوریّت مَیں سیاسی معنوں میں نہیں کہتی بلکہ عام معنوں میں بلا تخصیص) اسلام نے جب ہسپانیہ میں قدم رکھا تو ملکی عیسائیوں کو ان کے دماغی۔ مذہبی اور روحانی ورثہ سے محجوب نہ کیا۔ مفتوحین کو ہر قسم کی آزادی دی۔ عرب فوج یلغاریں مارتی ہوئی فرانس کے دروازے پر پُہنچی تھی تو کیوں؟ کس لئے؟

---

[۵] اخبار وکیل امرتسر۔ ۲۲ اگست ۱۹۱۷ء صفحہ ۵) [۲] پیام آئین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فتح وظفر و دولت کی غرض سے نہیں۔ ملک گیری اسلام کا عارضی مقصد رہا ہے۔ اس کا اصلی مقصد تھا۔ حریّت و آزادی کی اشاعت عمومی۔ اور غلامی کا استیصال، آج کل ہم ملکی طاقت کے لئے مرتے ہیں۔ اور علاقوں اور زمینداروں کا رونا روتے ہیں۔ مگر اسلام کا مطمح نظر کوئی صوبہ یا ملک یا خطّہ نہ تھا بلکہ اس کا مقصد ساری دنیا کی نجات تھا، مُسلم داعی یہی دُھن لیکر ملکوں ملکوں مارے پھرتے تھے۔ کیا مسیحی مشنری ہندوستان میں صرف تبلیغ مذہب کا مقصد لیکر آئے ہیں؟ عربوں نے صرف ملک اور زمینیں فتح نہیں کیں۔ بلکہ دل و دماغ فتح کئے ہیں۔ اُنہوں نے قوموں کے لٹریچر اور خیالات کو متاثر کیا۔ زبان فارس کو اس قدر بہترین، نازک و لطیف اور خوبصورت کس نے بنایا؟ اس آریانی و سامی اختلاط و امتزاج نے! انہیں عربوں کے فیضان نے فارس کو حافظ اور خسرو جیسے شعراء کی دولت بخشی۔ مسلمان بھائیو! ہمارے وہم و خواب (فلسفہ) کو حقیقت کا جامہ تمہیں نے پہنایا۔ اور ہمارے افکار و تخیلات خالیہ میں حرکت اور جان تمہیں نے ڈالی۔ آؤ ہم ناگوار تاریخی شکوہ و شکایت کو دلوں سے محو کر دیں۔ بُرائیاں بھلا دیں۔ اور اُن احسانات کو یاد کریں جو اسلام نے ہماری زبان اور لٹریچر کے ساتھ کیا ہے۔ اسلام نے ہمیں ایک ایسی پیاری زبان (اُردو) بخشی ہے جو ہندو مسلم اتحاد کی ایک غیر فانی یادگار ہے۔ ہندوستان کے جس حصّہ میں چلے جاؤ تم قومی اتحاد کی یہ یادگار کسی نہ کسی حالت میں ضرور پاؤ گے ..... آپ حضرات جانتے ہیں کہ آپ (مسلمانوں) نے دنیا میں علوم و فنون کی کیا خدمات جلیلہ کی ہیں۔ اخلاق۔ مردانگی و دلیری اور فیاضی ہمیشہ سے مسلمانوں کی قومی خصوصیات رہی ہیں۔ انہوں نے اشاعت علوم میں کبھی ہم ہندوؤں کی طرح بُخل روا نہیں رکھا۔ یہ ہمیشہ بنی نوع انسان کی تعلیم و تربیت کی فکر میں رہے ہیں“ ؂

مسلمانوں کی رواداری اور سیر چشمی کے متعلّق پنجاب کا ایک ہندو فاضل بایں الفاظ

مسٹر چونی لال آنند ایم ۔ اے

رقمطراز ہے کہ :۔

”عربی جرنیل قاسم نے ملک گیری کے لئے (نہیں۔ راجہ داہر کی ستم رانی سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے۔ ناقل) صوبہ سرہند پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ قاسم سندھ میں زیادہ عرصہ نہیں رہا۔ کیونکہ اسے ۷۱۵ء میں حملہ سندھ کے تین سال بعد واپس بُلا لیا گیا تھا لیکن نیا صوبہ مختلف حالتوں میں سے گذرتا ہوا ۸۷۱ء تک عربی سلطنت کے ساتھ ملحق رہا۔ دیگر جگہ

؂ اخبار وکیل ۲۶ جنوری ۱۹۱۸ء ص ۶-۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی طرح ہندوستان میں عربی شورشیں دراصل توسیع سلطنت کے ارادے سے کی گئی تھیں۔ اسلئے ان میں رعایا پر کوئی مذہبی تشدّد نہیں کیا جاتا تھا۔ اپنے دیگر ہم وطن آدمیوں کی طرح قاسم جہنم رسید کرنے کی پالیسی پر یقین نہیں کرتا تھا۔ وہ ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی رسوم و اعتقادات کی عزت کرتا تھا۔ اگرچہ اس نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قوانین کے مطابق ان پر جزیہ لگا دیا تھا۔ ہندوؤں کو قانون کی ویسی ہی پناہ حاصل تھی جیسی کہ مسلمانوں کو تھی۔ ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی رسوم میں کوئی مداخلت نہیں کی جاتی تھی۔ وہ اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کے ایما پر ان کے ذات پات کے قواعد کو بھی قواعد کا درجہ دیا گیا تھا۔ قاسم بت شکن نہ تھا۔ نہ اس کے بعد آنے والے امیروں میں کوئی تھا۔ توسیع سلطنت کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے لئے تمام سرکاری دفاتر کھول دیئے گئے تھے۔ برہمنوں کو مالگذاری اور کلکٹری کے کاموں پر متعین کیا گیا تھا۔ اور قاسم کے وزرات کا اعلیٰ ترین عہدہ اپنے وقت کے مشہور ہندو فلاسفر سمّی کاکسا کو عطا کیا تھا۔ عربوں کے ماتحت سندھ مذہبی آزادی کی سرزمین تھی“ ؎۱

ہندوستانی تمدّن کی جو خدمت مسلمانوں نے اکبر کی اس کا بھی مختصر سا حال ایک ہندو گریجوایٹ کی زبانی سُن لیجئے:۔

مسٹر رامس بابو ایم اے

”وہ درباروں میں ہندوستانی موسیقی کے لئے کیسا مذاق رکھتے تھے۔ کس طرح انہوں نے ہندوؤں کو اعلیٰ عہدے عطا کرکے اپنی رواداری کا ثبوت دیا۔ کس طرح خود انہوں نے سیاسی اور مذہبی کتابیں لکھیں۔ اور شہزادوں اور شہزادیوں کو مہذّب و متمدّن رکھنے کی تربیت دی۔ اس طرح زمانہ گذشتہ کے ساتھ بڑی بے انصافی کی گئی ہے اور اس کی وجہ ہے کہ ہمارے مورخوں نے بعض حالات کو نظر انداز کر دیا ہے..... ہندوستان کی خوش قسمتی ہے اب ہندو۔ مسلم اور عیسائی تمام فرقوں کے فاضلین نے اسلامی ہند کے مطالعہ کے لئے جدید وسائل معلوم کر لئے ہیں۔ اور ہم مسلمانان ہند کے مختلف اور بے شمار تمدّنی کارناموں سے واقف ہو گئے ہیں۔ اب ہم محسوس کرنے لگے ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کے تمدّن نے ان باتوں کے ساتھ مل کر جو اس نے ایشیا کے مغربی ممالک سے لی تھیں۔ ہندوستانی زندگی کے بہت سے پہلوؤں پر جدید اثرات ڈالے۔ پٹھانوں کی نیم وحشیانہ ابتدائی (مختصر سے) دور میں ہندوستانی ہندوؤں

؎۱ اخبار مسلم راجپوت امرتسر ۲۳ رمئی ۱۹۲۳ء صہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کتب خانوں اور صنعت و حرفت کے خزانوں کی تباہی کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو مسلمانانِ ہندوستان اس ملک میں دوسرے ملکوں سے بہت سے جدید ہنر۔ خیالات اور اشیاء لانے اور ہندوستان کے تنزل پذیر ہندوؤں اور ان کی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کرنے پر بہت زیادہ تعریف و توصیف کے مستحق ہیں۔ بلند مینارے۔ وسیع مسجدیں۔ شاندار محلات اور باغوں کی تفریح گاہیں۔ یہ سب ظاہر کرتی ہیں کہ مسلمانانِ ہند آرائش نفاست اور شاندار عمارات کے بڑے شائق تھے۔ مغلیہ مصوّری ہندوستان کے مغل شاہزادوں کے لئے باعث شان و شوکت ہے اور انہوں نے ہندوستانی موسیقی کی ہر وقت اعانت کی۔ اور اسے حاصل کیا۔ ورنہ اس کی ترقی غیر ممکن تھی الخ" [1]

یو۔پی کے نامور ہندو مورّخ

پروفیسر ایشوری پرشاد کی تحقیق کا خلاصہ بھی سُن لیجئے:۔

"اسلامی فتوحات نے مختلف (ہندو) ریاستوں اور سلطنتوں کی بجائے جو ہمیشہ باہم دست و گریباں رہتی تھیں۔ ایک شہنشاہی اتحاد قائم کر دیا۔ اور لوگوں کو یہ سکھایا کہ وہ ایک مُلک کے اندر ایک حکمران کا اتباع کریں کہ جس سے ہماری قومیّت کے ذخیرے میں روح اور سرگرمی کے اجزاء کا اضافہ ہوا اور ایسی نئی تہذیب رواج پذیر ہوئی۔ جو ہر طرح مستحق ستائش ہے۔ مسلمانوں کی رسوم و عادات نے اونچی ذات کے ہندوؤں کی رسوم و عادات کو بہت کچھ اُبھارا۔ اور جو لطافت اور نزاکت ہماری موجودہ سوسائٹی میں پائی جاتی ہے وہ زیادہ تر مسلمانوں کی طفیل ہے۔ مسلمانوں نے ملک کے طول و عرض میں ایک نئی زبان رائج کی جو اپنے اندر ایک حیرت انگیز ادبی ذخیرہ رکھتی ہے۔ انہوں نے شاندار اور خوبصورت عمارات تعمیر کر کے ہندوستان کے فن تعمیر میں ایک انقلاب پیدا کر دیا" [2]

سر پی سی رائے مشہور ہندو سائنس دان فرماتے ہیں کہ:۔

"مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے کے کچھ ہی اسباب کیوں نہ ہوں موجودہ زمانہ میں وہ اس ملک کے اصلی باشندے اور مادر وطن کے حقیقی سپوت اس طرح ہیں جس طرح ہندو۔ ہندو مُسلم صدیوں سے اس ملک میں بھائی کی طرح رہتے چلے آئے ہیں۔ ان کی زندگی۔ ان کے مفاد اور ان کی خواہشات باہم اس طرح مل جُل گئی ہیں کہ ان کا علیحدہ کرنا دشوار ہے۔ اور اب یہ کہنا بے سُود ہے کہ ہندوستان مسلمانوں کی سوتیلی ماں ہے اور ان کے حقیقی مفاد و تعلقات کسی اور ملک سے وابستہ

---

[1] بحوالہ خار ورڈ، از زمیندار ۹ر اپریل ۱۹۱۵ء صفحہ ۵
[2] (تاریخ ہند قرون وسطیٰ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں .... یہ صحیح نہیں کہ مسلمان ہندوستان میں آکر صرف بس گئے۔ اور کچھ نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے یہاں کی فن تعمیر، موسیقی، ادب اور سیاسیات میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ ہندوستان کی تربیت و تہذیب میں اسلام کی ذہانت و ذکاوت نے بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ وہ لباس زرّین جو مسلمانوں نے ہندو دیوی کو پہنایا اگر اتار لیا جائے تو وہ کیسی بدنما نظر آنے لگیگی؟ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں میرے خیال میں اسپر زیادہ کچھ کہنا بے سود ہے۔ قطب مینار۔ سکندرہ۔ تاج محل کا ذکر کر دینا کافی ہوگا۔ .... سلاطین ہند کے بعض بڑے بڑے جرنیل اور وزرا ہندو رہے ہیں یہ وہ زمانہ نہیں تھا کہ جو چیز اصولاً جائز ہو عملاً اس کا پتہ نہ ہو۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت کو ڈیڑھ صدی بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ ہم میں فرط مسرت سے ایک دیوانگی سی آگئی۔ صرف اسلئے کہ ایک لارڈ سنہا کو ہندوستانی صوبہ کی گدی پر جگہ دی گئی۔ لیکن مسلمانوں کے عہد میں مان سنگھ۔ جسونت سنگھ۔ جے سنگھ (مشت نمونہ از خروارے) جیسے کتنے سنہا کہیں زیادہ بلند اور عظیم الشان عہدوں پر مامور کیئے گئے۔ .... مذہبی رواداری۔ جو دُور اندیشی اور فیاضی پر مبنی ہوتی ہے۔ شاہان مغلیہ کا طریق حکومت تھا۔ نہ کوئی استثناء۔ شہنشاہ اورنگ زیب کی تنگ نظری اور مذہبی تعصّب پر دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے ہیں۔ لیکن اسکے عہد حکومت میں بھی بقول الفنسٹن :۔

"ایسا کہیں نہیں معلوم ہوتا کہ کسی نے ہندو مذہب کی خاطر سزائے جان و مال اور قید برداشت کی ہو یا کسی شخص سے اس کی آبائی پرستش پر بازپرس کی گئی ہو" تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اس متعصّب شہنشاہ کے سب سے معتمد جنرل جسونت سنگھ اور جے سنگھ تھے، ..... شیر شاہ پٹھان تھا۔ ہندوؤں کے ساتھ اس نے جو سلوک کیئے اسکو دیکھو۔ اس کا محکمۂ رفاہ عام کافی مشہور ہے۔ جو میرے اظہار رائے کا محتاج نہیں۔ لیکن یہ بات شائد عام طور پر نہ معلوم ہو کہ اس نے جو بے شمار سرائیں اور مسافر خانے ملک بھر میں بنوائے تھے۔ ان میں ہندوؤں کے کھانے وغیرہ کا انتظام بھی نہایت بہتر تھا اور ہندوؤں ہی کے ہاتھ میں۔ اور مسلمانوں کا مسلمان کے ہاتھ میں۔ تاکہ کسی کے مذہبی جذبات میں ٹھیس نہ لگے۔

شیر شاہ کے متعلق دو انگریزی مورخین کی رائیں نقل کرنی کافی ہونگی۔ مسٹر ڈبلیو کروکس لکھتا ہے کہ "شیر شاہ پہلا شخص تھا جس نے ایک ایسی سلطنت قائم کرنے کی کوشش کی جو رعایا کی مرضی پر مبنی ہو" مسٹر کین نے یہ لکھا ہے کہ "کوئی حکومت حتیٰ کہ برطانیہ بھی نہیں جس نے اس پٹھان کی طرح دانشمندی کا اظہار کیا ہو"

سلاطین مغلیہ کے جانشینوں کے متعلق میرے خیال میں رین کی رائے کافی ہوگی بمصنف مذکور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اینٹونائن کے عہد کے متعلق لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ:۔

"ہڈرین ۔ اینٹونینس ۔ پئیس ۔ اور مارکس جیسے رعایا پرور سلاطین کا باہم سلسلہ مغلوں کی تاریخ کے علاوہ اور کہیں نہ ملیگا۔ جس میں بابر ہمایوں اور اکبر جیسے شہنشاہ یکے بعد دیگرے ہوئے"

"..... ہندوؤں کے ہزارہا برس کی ذات پات کے رواج کو توڑنے میں اسلامی جمہوریت نے بہت مدد دی ۔ اور ہندو سوسائٹی میں بے تعصبی و روشن خیالی کا جذبہ بھی پیدا کیا۔ بنگال کی وشنو تحریک اس اثر کا نتیجہ تھی الخ" سلہ

پروفیسر ٹی ایل وسوانی ایم اے

اب ایک سندھی ہندو فاضل کی رائے بھی پڑھ دیکھئے ۔ فرمایا کہ:۔

"یہ کہنا ہرگز مبالغہ میں داخل نہیں کہ ہندوستان کے خیال و نیز طرز معاشرت میں اسلام نے نمایاں اضافہ کیا ہے ۔ اور اس خطۂ زمین کے فلسفہ شاعری ۔ فن تعمیر و دیگر علوم کو اپنی غیر معمولی ذکاوت و ذہانت سے چار چاند لگا دیئے ۔ چنانچہ تاج محل سے زیادہ خوشنما اور دلکش عمارت خیالی دنیا میں بھی اپنا وجود نہیں رکھتی ۔ اسلام نے مساوات اور جمہوریت کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا ۔ گو ہندوستان و دیگر ممالک کے مسلمانوں سے اسکی پابندی نہ ہوسکی ۔ مگر یہ یاد رہے کہ رسم غلامی پر پہلی ضرب حضرت عمر رض خلیفہ دوم کے دست مبارک سے پڑی جب فتح بیت المقدس پر آپ نے غلاموں کی عام آزادی کا اعلان فرمایا ۔ شہنشاہ اکبر نے ہندوستانی قومیت اور ہندوستان کی عظمت کا جو معیار پیش نظر رکھا تھا اسکے پورا کرنے میں ہمارے انگریز فرماں روا قاصر رہے ۔ پندرہ اور سولہ صدی کی اصلاحات جو گورونانک اور کبیر کی تحریکات کی صورت میں رونما ہوئیں ۔ اسلام سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں ۔ اور اکثر مسلمان درویش مثلاً پیر تبریز ملتانی یا سیوان کے لال شاہ باز اب تک ہنود کو تسخیر کیئے ہوئے ہیں" سلہ

توسیع اشاعت ریویو

[illegible]

سلہ اخبار نجات بجنور ۱۵ر فروری سنہ ۱۹۲۳ء صلہ) سلہ مسلم راجپوت امرتسر ۱۴ر جولائی سنہ ۱۹۲۶ء ص ۵-۶

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ لَّا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ

پ ۲۴ حٰمٓ سجدہ

مذہب اور سائنس

۔۔۔ (از ۔۔۔) ۔۔۔

مذہب اور سائنس میں تصادم ناممکن ہے

احباب کو معلوم ہے۔ ریویو آف ریلیجنز کی ایک گذشتہ اشاعت میں میں نے اُن تمام اعتراضات کے تفصیلی جوابات لکھے تھے۔ جو ایک دیو سماجی معترض نے "مذہب اور سائنس" جیسے اہم علمی مضمون پر باوجود اُسکی حقیقت سے ناواقف ہونے کے کئے۔ جنہوں نے میرا وہ مضمون پڑھا ہے۔ جانتے ہیں کہ میں نے اُس کی ابتدائی سطور میں ہی یہ حقیقت مبرہن کی تھی۔ کہ بالعموم خیال کیا جاتا ہے۔ مذہب اور سائنس دو متضاد چیزیں ہیں۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو یہ صریح باطل اور ناقابلِ التفات نظریہ ہے۔ نیچر یا قانونِ قدرت جسے دوسرے الفاظ میں خدا کا فعل یا سائنس کہا جاتا ہے کیونکر ممکن ہے کہ وہ مذہب یعنی خدا کے کلام کے خلاف ہو۔ ایسا خیال حماقت اور نادانی پر دلالت کرنے والا ہے۔ کیونکہ جب معمولی عقل و فہم رکھنے والے انسان کے قول و فعل میں بھی تطابق ہوتا ہے تو ناممکن ہے۔ خدا ایسی وراء الوراء غیب دان اور قدّوس ہستی اپنے کلام میں کچھ اور کہے۔ مگر قانونِ نیچر میں کچھ اور رکھدے۔ یہ خیال بالکل باطل اور غلط ہے۔ ہمیں جب بھی بظاہر دونو میں تخالف نظر آئے۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ اُن میں تطابق کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ کیونکہ ممکن ہے ہم نے مذہب کو صحیح طور پر نہ سمجھا ہو۔ یا سائنس دانوں کی تھیوریوں یا سائنس کے نامکمّل تجربات و مشاہدات کو ہی سائنس کی ثابت شدہ حقیقت قرار دے لیا ہو۔ جب ایسا ہر وقت امکان ہے تو ہمارا فرض ہونا چاہیئے۔ جب بھی ہمیں ان دونو میں اختلاف نظر آئے۔ تطابق کی صورت پیدا کرنے کی ہر امکانی رنگ میں کوشش کریں۔ کیونکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ ایک مذہبی آدمی اپنے وہم خیال یا قصّے اور لطیفے کا نام ہی مذہب رکھ لیتا ہے۔ حالانکہ اُس کا مذہب سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ اور بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک سائنس دان محض کسی تھیوری کو ہی سائنس کی شدہ حقیقت قرار دے لیتا ہے۔ حالانکہ وہ سائنس نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں میں یہ ایک غلط خیال مرکوز ہے کہ مذہب کو سائنس کی روشنی میں صحیح ثابت کرنا ناممکن امر ہے۔ وہ اگر اُس نقطۂ حقیقی کو مدِّنظر رکھتے۔ جو ابھی میں نے بیان کیا۔ اور اگر وہ یہ امر سوچتے۔ کہ جب دونو ایک ہی چیزیں ہیں۔ تو دونو کو علیحدہ کرنے کے کیا معنی؟ تو یقیناً وہ ایسا کہنے کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جرأت نہ کرتے۔ مگر اپنی لاعلمی یا مغالطہ دہی کا شیوہ اختیار کرنے کی وجہ سے بہت لوگ ایسا کہتے اور وثوق سے کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات بالبداہت باطل ہے۔ چونکہ اُس دیو سماجی معترض نے اپنے انہی پہلے خیالات کا مع بعض نئے اعتراضات کے "سینہ دیو سماد" نامی اخبار میں اعادہ کیا ہے۔ اِس لئے مَیں نے پسند کیا۔ ایک مرتبہ پھر "مذہب اور سائنس" پر مختصر تبصرہ کروں +

میرا ارادہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دُعا ہے کہ وہ مجھے اِس ارادہ کے تکمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔ کہ اگر فضلِ ایزدی شاملِ حال ہو۔ تو علیحدہ بھی اس موضوع پر ایک مفصّل تبصرہ کروں۔ اور بتاؤں کہ کیونکر سائنس اور اسلام آپسمیں تطابق رکھتے ہیں۔ اور کس طرح اسلام کے صحیح اصولوں پر سائنس دان زمانہ کے تھپیڑے کھا کھا کر سہارا لینے اور اُنہی کو صحیح دستور العمل قرار دینے پر مجبور ہوئے ہیں۔ مگر اسوقت چونکہ مجھے اُس دیو سماجی معترض کی پیش کردہ باتوں کی تردید کرنا اور بعض نئے امورات کا انکشاف کرنا ہے اِس لئے سرِدست مَیں اُس پہلو سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنے دوست کے جوابات کی طرف آتا ہوں +

مجھے افسوس ہے کہ وہ خود اِس غلط فہمی میں نہایت بُری طرح مبتلا ہیں کہ مذہب اور سائنس ہرگز آپسمیں تطابق نہیں رکھتے۔ بلکہ مذہب کو سائنس کی روشنی میں دیکھنا گمراہی اور ضلالت بلکہ یُوں کہئے کہ سائنس کی فضیلت کا ایک کھُلا ثبوت ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ "حقیقت یہ ہے کہ آج سے بارہ تیرہ سو سال پہلے جبکہ محمدؐ صاحب موجود تھے۔ سائنس کی طرف عام انسانیّت کی توجّہ ہی نہیں تھی۔ اور نہ سائنٹیفک اصولوں کی تحقیقات کا کوئی باقاعدہ عمل جاری تھا۔ اب کچھ صدیوں سے سائنس کا زور ہُوا ہے۔ اور مختلف کلپنا مولک مذاہب نے یہ پکارنا شروع کیا ہے کہ ہمارے مذاہب بھی سائنس کے اصولوں پر مبنی ہیں" (۲۹ر اپریل)

اِسلام نے سائنس کی طرف توجّہ دلائی

مگر کیا یہ عجیب بات نہیں اور کیا یہ دیو سماجی معترض کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی امر نہیں کہ اگرچہ سائنس کا زور صرف چند صدیوں سے ہُوا۔ مگر قرآن اور اسلام نے آج سے تیرہ سو برس پیشتر اس اہم علم کی طرف اپنے متّبعین کو نہایت زور سے توجّہ دلائی۔ اگر اسلام آج سے پہلے خاموش ہوتا۔ اگر قرآن سائنس کی طرف کچھ بھی توجّہ نہ دلاتا۔ تب تو واقعی یہ صحیح ہوتا کہ "اب کچھ صدیوں سے سائنس کا زور ہُوا۔ اور مختلف کلپنا مولک مذاہب نے یہ پکارنا شروع کیا کہ ہمارے مذاہب ہی سائنس کے اصولوں پر مبنی ہیں" مگر جبکہ قرآن نے یوم اوّل سے ہی۔ اِسلام نے اپنے ظہور کے وقت سے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی بعثت کے ساتھ ہی اپنے ماننے والوں کے دلوں پر یہ نقش کرنا شروع کر دیا تھا۔ کہ سائنس سیکھو۔ اور علوم ظاہری حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے نشاناتِ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بے پایاں کی معرفت حاصل کرو۔ تو اس صورت میں کیونکر یہ صحیح ہو سکتا ہے کہ "اب کچھ صدیوں سے سائینس کا زور ہوا۔ اور مختلف کلیسا مولک مذاہب نے یہ پکارنا شروع کیا۔ کہ ہمارے مذاہب ہی سائینس کے اصولوں پر مبنی ہیں" بیشک اگر باقی مذاہب نے بھی چیخنا شروع کیا ہے کہ ہمارے مذاہب ہی سائینس کی روشنی میں صحیح اور قابلِ عمل مذاہب ہیں۔ تو وہ اُن سے پوچھو۔ اور کہو آج سے پہلے تم کیوں خاموش تھے۔ مگر اسلام کے متعلق ایسا کیونکر کہہ سکتے ہو؟ اگر کہو گے تو یہ جھوٹ اور کذب ہو گا۔ اُس خدا نے ہمیں سائینس کی طرف توجہ دلائی۔ بڑے زور سے دلائی اور فرمایا۔ اِنّ فی خلق السّمٰوات۔ تم آسمانی علوم پر غور کرو۔ والارض جیالوجی بھی پڑھو۔ واختلاف اللیلِ والنہار۔ جغرافیہ سے بھی محروم نہ رہو۔ والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس۔ سٹیمر جہاز اور کشتیاں۔ اِسی طرح سمندر اور پانی اور ہوا سب ہی علوم کو حاصل کرو۔ وما انزل اللہ من السماء من ماءٍ فاحیا بہ الارض بعد موتہا۔ بخارات بارشوں اور نباتات کا علم بھی ضروری ہے۔ وبثّ فیہا من کل دابّہ۔ دنیا کے سب چوپاؤں اور رینگنے والے جانوروں کا علم حاصل کرو۔ وتصریف الریاح۔ دیکھو ہوا ہے۔ اُسکی کئی قسمیں ہیں۔ کاربانک اور ہیڈروجن وغیرہ کی طرف توجہ کرو۔ والسّحاب المسخّر بین السّماء والارض۔ بادلوں کے علوم۔ ایتھر کا کارخانہ۔ بجلی۔ روشنی سب باتیں قابلِ توجہ ہیں۔ مگر فرمایا۔ دیکھنا علومِ ظاہری حاصل کرتے کرتے خدا کو نہ بھول جانا۔ بلکہ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبہم۔ مومن وہی ہیں جو باوجود "ہر فن مولا" ہونے کے۔ باوجود سائینس کے میدان میں سائینسدانوں کو شکست دینے کے۔ باوجود علم کے میدان میں عالموں کو۔ شہسواری کے میدان میں شہسواروں کو پہلوانوں کے اکھاڑوں میں پہلوانوں کو ہزیمت و شکست دینے کے اپنے مولیٰ کو نہیں بھولتے۔ وہ اُٹھتے ہیں تو خدا یاد کرتے ہیں۔ بیٹھتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے ہیں۔ لیٹتے ہیں تب بھی اُس کی یاد اپنے سینہ و دل میں رکھتے اور دُعا کرتے ہیں کہ اے مولیٰ تو ہمیں اپنا مقامِ قُرب نصیب فرما۔ ہمیں ترقیات دے اور اپنی رضا کا وارث بنا ؛

اب بتاؤ۔ کیا اسلام نے سائینس کی طرف توجہ نہیں دلائی۔ جب وہ اتنے زور سے۔ اتنی بڑی تاکید سے کہہ رہا ہے۔ تو وہ نادان جو یہ کہتا ہے کہ چند صدیوں سے چونکہ سائینس کا زور شروع ہوا ہے۔ اس لئے مسلمانوں نے چیخنا شروع کیا۔ کہ ہمارا مذہب ہی سائینس کے عین مطابق ہے۔ دیکھے اور غور کرے۔ سائینس نے تو بقول اُسکے چند صدیوں سے زور ڈالا۔ مگر اسلام نے آج سے تیرہ سو برس پیشتر زوردار الفاظ میں سائینس کی طرف متوجہ کیا۔ پس اگر مسلمان اپنے مذہب کو سائینس کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ صرف ہمارا مذہب ہی علومِ موجودہ کی روشنی میں بھی حق اور سچ ہے۔ تو وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایسا کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ انکی کتاب نے انہیں ایسی ہی تعلیم دی۔ مگر دوسرے "کلپنا مولک مذہب" اگر کہیں تو اس کا ثبوت وہ آپکے پیش کریں آئیں اور ثابت کریں۔ کہاں اُن کے پرمیشور یا خدا نے انہیں سائینس کی طرف متوجہ کیا تھا۔ پس علوم سائینس سے ہم کیوں خوف کھائیں۔ ہماری کتاب نے بانگِ دہل فرما دیا ہے۔ وانّہٗ لکتابٌ عزیزٌ لا یاتیہ الباطلُ من بینِ یدیہ ولا من خلفہٖ۔ تنزیلٌ من حکیمٍ حمید $\frac{۲۴}{۱۹}$ یہ وہ کتاب ہے جو دنیا پر غالب رہیگی۔ حکیم و حمید خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ تا قیامت ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ باطل اس پر غالب آسکے۔ لا یاتیہ الباطلُ من بین یدیہ ولا من خلفہٖ نہ آگے سے باطل آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ نہ گذشتہ علوم کے اثرات اور آثارِ قدیمہ کے تجسّس کرنے والے کسی نشان سے اسلام کی تکذیب کر سکتے ہیں۔ اور نہ آئندہ آنے والے اپنے زورِ علم سے اور اپنی ترقیات کے گھمنڈ میں اسکی طرف آنکھ بھی اُٹھا سکتے ہیں۔ یہ کتاب غالب رہیگی اور دنیا کو جیتے گی مگر اسے کوئی بھی جیت نہ سکیگا ؎

جب یہ کھُلا کھلا چیلنج ہماری کتاب نے دے رکھا ہے۔ تو ایسا کون نادان ہے جو یہ کہہ سکے۔ اسلام کو سائینس سے ڈرنا چاہیئے۔ سائینس کی روشنیوں سے وہ ڈریں جنھوں نے ایک تین اور تین ایک خدا کا عقیدہ رکھا۔ جنھوں نے پتھروں کے آگے سر جھکایا۔ جنھوں نے مادہ کو ازلیّت کا عہدہ دیا جنھوں نے ارواح کو نادی تسلیم کیا۔ جنھوں نے خدا کے وجود سے انکار کر کے اپنی مسخ شدہ حالت کا اظہار کیا۔ مگر اسلام۔ ہاں سچّا اور برحق دینِ اسلام۔ اور سچّی کتاب قرآن۔ سائینس ہیں۔ دنیا کے کروڑوں علوم ہوں۔ کتابوں کے انبار لگے ہوئے ہوں۔ اُن سے قطعاً ڈر نہیں سکتی لا یاتیہ الباطلُ من بینِ یدیہ ولا من خلفہٖ ؎

پس معترض کو چاہیئے۔ اپنی غلط فہمی دور کرے۔ اُسے کیا ہو گیا۔ اور وہ کس لئے نہیں دیکھتا اسلام نے کتنے زور سے علوم سائینس کی طرف توجہ دلائی۔ پھر میں حیران ہوں اُس نے کس طرح لکھدیا۔ "اب کچھ صدیوں سے سائینس کا زور ہوا ہے۔ اور مختلف کلپنا مولک مذاہب نے یہ پکارنا شروع کیا ہے کہ ہمارے مذاہب ہی سائینس کے اصولوں پر مبنی ہیں"۔ حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ سائنٹیفک اصولوں کی تحقیقات کا آج سے پہلے باقاعدہ عمل جاری نہیں تھا۔ مگر وہ جاہل نہ تھے۔ بلکہ اپنے زمانہ کے ماہر اور تسلیم شدہ اُستاد تھے۔ اُنھوں نے بھی اپنے اپنے زمانہ میں حیرت انگیز کمالات کا اظہار کیا۔ اُنھوں نے بھی اپنی شان کا دنیا پر سکّہ بٹھایا۔ پس سائینس کا ہمیشہ سے دور ہے۔ وہ تاریخ سے قطعاً نا واقف ہے جو کہتا ہے آج ہی سائینس نے زور دکھایا۔ ہمیشہ ایسا رہا۔ پچھلے لوگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پہلوں کی بلاوجہ مذمّت کرتے ہیں۔ اور بعض دفعہ بلاوجہ تعریف کرتے ہیں۔ حالانکہ یقیناً ویسا نہیں تھا۔ پس سائینس کی طرف اسلام نے بڑے زور سے توجہ دلائی ہے۔ مگر افسوس اِس کُھلی حقیقت کو "دیو سماجی" نہ سمجھ سکا۔ اور اُس نے پھر اپنا اعتراض چند نئے الفاظ کا جامہ پہنا کر دوبارہ لکھ مارا ہے۔

آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کھینچا تانی نہیں

مَیں نے اُس مضمون میں قرآن مجید کی بیشتر آیات اِس امر کی تائید میں پیش کی تھیں۔ کہ قرآن کس طرح پورے زور سے سائینس کے حصول کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ مگر معترض نے اُن میں سے صرف ایک قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ کو لیا۔ اور کہتا ہے کہ اس سے یہ ثابت کرنا کہ اسلام نے سائینس کی طرف توجہ دلائی۔ محض کھینچا تانی ہے۔ حالانکہ جب خدا نے کہا تھا۔ زمین پر غور کرو۔ تو اس سے یہ مراد تو نہیں تھی۔ کہ تم دیکھو خدا نے کیسی وسیع زمین تمہارے لئے بنادی۔ کیسی اچھی مٹّی بنائی۔ بلکہ یہ مراد تھی کہ تم ارضی علوم پر غور کرو۔ اور جب آسمان پر اُس نے غور و فکر کی تعلیم دی۔ تو اُس کا بھی یہ منشاء نہ تھا۔ کہ تم بچّوں کی طرح کہدو۔ کیسے اچھے تارے ہیں۔ کیسا اچھا چاند ہے۔ کیا روشنی دینے والا سورج ہے۔ یہ باتیں تو بغیر غور و فکر کے ایک بچّہ بھی سمجھ سکتا اور مانتا ہے۔ پھر قرآن نے کیوں کہا۔ زمین و آسمان میں غور کرو۔ اسی لئے کہ تا لوگ اُن علوم پر غور کریں۔ اور اُن مدفون خزائن کو اپنی عقل و فکر سے۔ کوشش و سعی سے نکالیں۔ جو زمین و آسمان میں موجود ہیں۔ زمین سے چشمے نکلتے ہیں۔ زمینوں سے مدفون خزانے نکلتے ہیں۔ زمینوں سے آثارِ قدیمہ کے تجسّس کرنے والے بڑے بڑے شہر نکالتے ہیں۔ زمین ہی ایسی چیز ہے جو بے شمار طاقتیں رکھتی ہے۔ ہر قسم کے نباتات سبزیاں پھل اور پھول اُگاتی ہے نسلِ آدم کے طعام کا سارا انتظام زمین سے ہوتا ہے۔ پھر آسمان ہے۔ وہ بارش برساتا ہے۔ اُس کی فضا ہوا کا مسکن ہے۔ اُسکے سیّاروں اور ستاروں کے اثرات بھی اہلِ زمین کو متمتع کرتے ہیں۔ چاند اپنی دلکش اور ٹھنڈی روشنی سے اور سورج اپنی تپش سے سبزیوں اور کھیتوں کو اُگاتے اور پکاتے ہیں۔ پس زمین بھی قابلِ غور چیز ہے اور آسمان بھی۔ اور یہی علوم تھے جن کی طرف اسلام نے توجہ دلائی۔ اور نہایت اختصار کے ساتھ کہدیا۔ قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ مگر مجھے افسوس ہے دیو سماجی نے اِسے بچّوں والی عقل کے پیمانہ سے پڑھا۔ اور کہا مطلب یہ تھا۔ تم زمین دیکھتے اور آسمان دیکھتے۔ حالانکہ ہم یہ روز دیکھتے ہیں۔ ہم بغیر سوچے اور فکر کئے دیکھتے ہیں۔ پھر کیا مطلب تھا اس آیت کا۔ حقیقی مطلب یہی تھا۔ کہ غور کرو اُن علوم پر جو آسمان سے اترتے ہیں۔ اور غور کرو اُن علوم پر جن کا زمین منبع ہے۔ اور سائینس اسی کائنات پر غور کرکے نتائج اخذ کرنے کا دوسرا نام ہے۔ پس ان الفاظ سے سائینس کی تعلیم کا استدلال کھینچا تانی نہ ہوئی۔ بلکہ حقیقت واضح ہوئی مَیں سمجھتا ہوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معترض کے اس خیالِ خام کی تردید میں کہ سائنس اور مذہب دو متضاد چیزیں ہیں مجھے اور بھی چند الفاظ لکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ خیال کہ مذہب کا اور راستہ ہے اور سائنس کا اور۔ اور ان دونو کے حقائق آپسمیں تضاد رکھتے ہیں۔ صحیح خیال نہیں۔ بلکہ بطالت پر مبنی اور حقیقت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مذہب کی غلط ترجمانی اُسے سائنس کے مقابل پر کھڑا کر دیتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سائنس کی غلط ترجمانی اُسے مذہب کے مقابل پر کھڑا کر دیتی ہے۔ اور ظاہر بین نگاہ ان دونو کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالتی ہے کہ یہ دونو آپسمیں اختلاف رکھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہوتی۔ بلکہ قصور صرف اپنی نگاہ اور فہم کا اور غلطی صرف اپنے ہی دماغ اور قوتِ متفکرہ کی ہوتی ہے۔ ورنہ اختلاف کیسا اور ان دونو میں تضاد کیا ‡

زمین و آسمان کی پیدائش

چنانچہ مذہب کی غلط ترجمانی کا اِس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ بالعموم مذہبی اشخاص کی طرف سے اِس خیال کا اظہار کیا جاتا تھا۔ کہ خدا نے یہ زمین اور آسمان اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء چوبیس ۲۴ گھنٹے والے چھ دنوں میں پیدا کیں۔ مگر سائنس دانوں نے کہا۔ یہ سراسر غلط ہے۔ دنیا کا سارا عجائب خانہ مادہ کے خواصِ ارتقائی سے ظہور میں آیا ہے۔ اور لاکھوں بلکہ کروڑوں سال کے عرصہ میں ہر ایک چیز مختلف دوروں سے گذرتی ہوئی ادنیٰ حالت سے ترقی کر کے اپنے معراجِ کمال کو پہنچی چنانچہ انسان اُسی اِرتقائی نشو و نما کا ایک کرشمہ ہے۔ اب لوگوں نے کہنا شروع کیا۔ دیکھو مذہب نے اس میدان میں کیسی شکست اُٹھائی۔ سائنس نے اُسے خوب پچھاڑا۔ اُس کی بے بنیاد باتوں کا اچھا استیصال کیا۔ اب مذہب کی کیا مجال۔ کہ وہ سائنس کے مقابل پر ٹھیر سکے۔ مگر اُن نادانوں کو کیا معلوم۔ کہ قصور سب اُن کی اپنی سمجھ کا ہے۔ ورنہ مذہب نے ایسی کوئی حقیقت دنیا پر ظاہر نہیں کی تھی۔ بیشک قرآن میں یہ واقعی بیان ہے کہ خدا نے زمین و آسمان کو چھ ایّام میں پیدا کیا۔ چنانچہ فرمایا۔ خلق السّمٰوات والارض وما بینھما فی ستّۃ ایّام ثم استوٰی علی العرش (فرقان ع ۵) مگر یہ غلط ہے کہ ان ایّام سے چوبیس گھنٹوں والے دن مراد ہیں۔ کیونکہ لغتِ عرب میں یوم کا لفظ جہاں دن کے معنوں میں آتا ہے۔ وہاں بہت دفعہ اسکے معنی صرف وقت اور زمانہ کے بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ جاہلیّت کے شعراءِ عرب بکثرت یوم کا لفظ اسی مفہوم میں استعمال کرتے ہیں۔ پس یہاں یوم سے مراد عام زمانہ اور وقت ہے۔ نہ کہ عام عُرفی دن۔ اِس لحاظ سے آیت قرآنیّہ کے یہ معنی ہوئے کہ ہم نے موجودہ دنیا کو چھ مختلف زمانوں میں درجہ بدرجہ پیدا کیا۔ اور یہ وہ دعویٰ ہے جس پر سائنس کی رُو سے کوئی بھی اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ وہ سائنس دان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خود تسلیم کرتے اور مانتے ہیں کہ یہ عالم آہستہ آہستہ مختلف دَوروں میں سے گذر کر موجودہ حالت کو پہنچا ہے۔ علاوہ ازیں قرآنی آیت کا ایسا غلط مطلب بیان کرنے والوں نے یہ بھی نہ سوچا۔ کہ یہ عُرفی دن تو سورج کے ساتھ تعلّق رکھتا ہے۔ مگر جس زمانہ کا اس آیتِ کریمہ میں ذکر ہے۔ وہ تو سورج اور زمین کے وجود سے بہت پہلے کا ہے۔ کیونکہ کہا گیا ہے۔ ہم نے زمین و آسمان۔ سورج اور چاند اور سیّاروں اور ستاروں کو چھ ایّام میں پیدا کیا۔ پس لامحالہ اِن ایّام سے وہی ایّام مراد ہونگے۔ جو اِن شمسی دنوں سے پہلے موجود تھے۔ اور وہ وہی ہیں جنہیں زمانہ اور وقت کہا جاتا ہے نہ کہ چوبیس ۲۴ گھنٹے والے دن۔ پس حق یہی ہے کہ لوگوں نے قرآنی آیت کو نہ سمجھا جس سے وہ ٹھوکر کھا گئے۔ اور دوسرے لوگوں کو انہوں نے موقع دیا۔ کہ وہ اسلام کی طرف ایک غلط امر منسوب کریں۔ پس ہم اگرچہ یہ تو نہیں کہہ سکتے۔ کہ زمین و آسمان کتنے سالوں میں بنے۔ مگر بہرحال یہ ضرور جانتے ہیں کہ اِن عُرفی چھ۶ ایّام میں نہیں بنے۔ کیونکہ یوم تو سورج سے بنے۔ مگر جب سورج تھا ہی نہیں تو یہ دن کہاں سے آ گئے۔ پس اِن چھ۶ ایّام سے مراد چھ۶ لمبے زمانے اور دَور ہیں۔ خواہ ایک ایک دَور لاکھوں بلکہ کروڑوں سال کا لمبا ہو۔ خود قرآن میں یوم سے ہزار سال بلکہ پچاس ہزار سال کا لمبا زمانہ بھی مُراد لیا گیا ہے۔ پس آیت میں صرف چھ۶ لمبے زمانوں کا ذکر ہے۔ جن میں زمین و آسمان کی پیدائش ہوئی۔ نہ کہ عام عرفی دنوں کا۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں پڑ سکتا ؁

دنیا کی عمر سات ہزار سال نہیں۔

اِسی طرح حدیث میں آتا تھا۔ کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ اور یہ کہ آدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے پانچ ہزار سال پہلے پیدا کیئے گئے۔ اسکے معنی بعض لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھ لئے۔ کہ نسلِ انسانی کا آغاز صرف چند ہزار سال سے ہُوا ہے۔ اور اس طرح مسئلۂ ارتقاء ماننے والوں کو اعتراض کا موقع مل گیا۔ کیونکہ انہوں نے کہا۔ دیکھو مذہب کیسی بودی باتیں بیان کرتا ہے۔ حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ دنیا کروڑہا سال سے قائم ہے۔ اب یہ بھی مذہب کی غلط ترجمانی کا نتیجہ تھا۔ جس کی بناء پر سائنس دانوں کو اعتراض کا موقع مل گیا ورنہ مذہب نے ایسا نہیں کہا تھا۔ کہ نسلِ انسانی کا آغاز اتنے ہزار سال سے ہُوا ہے۔ بلکہ اُس نے صرف یہ بتلایا تھا۔ کہ دنیا پر مختلف دَور آتے رہے ہیں۔ مگر موجودہ نسل کا دَور صرف چند ہزار سال سے شروع ہے۔ ورنہ نہ معلوم اور کتنے ایسے دَور اس دنیا پر آئے۔ چنانچہ اسلام کے ایک مشہور بزرگ حضرت محی الدین صاحب ابنِ عربی لکھتے ہیں کہ مجھے عالمِ کشف میں دکھلایا گیا کہ اِس دنیا میں لاکھوں آدم گذرے ہیں۔ جب ایک آدم کی نسل کا دَور ختم ہوتا ہے۔ تو دوسرے آدم کا دَور شروع ہو جاتا ہے۔ اور اس بات کا علم صرف خدا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے پاس ہی ہے کہ اس جہان پر ایسے کتنے دور آئے۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے جو ابھی مَیں نے بیان کئے اس حدیث پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسلام خود اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالےٰ کی کوئی بھی صفت کسی زمانہ میں مستقل طور پر معطّل نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر زمانہ میں اُس کی ہر صفت ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اب چونکہ خلق بھی اُس کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اسلئے اگر یہ سمجھا جائے کہ صرف پانچ یا سات ہزار سال سے ہی مخلوق کا سلسلہ جاری ہے۔ اور پہلے خدا نعوذ باللہ معطّل بیٹھا رہا۔ تو ایسا عقیدہ اسلام کے صریح خلاف ہوگا۔ پس دنیا کی عمر سات ہزار سال نہیں بلکہ موجودہ دَور اور موجودہ آدم مدّت کا اس میں زمانہ بتایا گیا۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر کوئی سائنس دان لب کشائی کی جرأت نہیں کر سکتا +

آدم کی مٹی سے خلقت

اسی طرح قرآن شریف میں آتا ہے۔ ہم نے آدم کو مٹی سے بنایا۔ پھر اس میں جان ڈال دی جس سے وہ جیتا جاگتا زندہ ہو گیا۔ اب اِس سے بھی بعض ناواقف لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ گویا نسلِ انسانی کا آغاز اس طریق پر ہُوا۔ کہ خدا نے پہلے ایک مٹی کا بُت بنایا۔ پھر اُس میں پھونک مار کر رُوح ڈال دی۔ جس سے وہ چلنے پھرنے اور توالد و تناسل پر قادر ہو گیا۔ حالانکہ آیتِ قرآنی کا صرف یہ مطلب تھا۔ کہ آدم کی خلقت میں اجزائے ارضی کا خمیر ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مادیات اور سفلی خواہشات کی طرف جلد جُھک جاتا ہے۔ خدا نے اسی لئے اسکی پیدائش کے وقت ہی اُس کی بناوٹ میں روحانی عنصر کا چھینٹا دے دیا۔ تا اُسکے مادی عناصر اُس کی روحانی ترقیات میں روک نہ ہو جائیں۔ گویا ایک نہایت لطیف مضمون لوگوں نے بالکل بھونڈے مطلب میں بیان کر کے قابلِ اعتراض بنا دیا۔ خدا نے تو اس میں یہ بتلایا تھا۔ کہ ہم نے انسانی پیدائش کے وقت ہی اُسکی فطرت میں اپنی محبّت ودیعت کر دی ہے۔ تا وہ ہماری طرف آئے۔ ہماری محبت و پیار کو وہ حاصل کرے۔ الستُ بربّکم قالوا بلیٰ۔ روحوں کو ایک پیاس لگا دی گئی۔ ایک تڑپ اور جلن اُنکے اندر رکھ دی گئی۔ تا وہ جب بھی بیرونی اثرات سے پاک ہوں۔ ہماری تلاش کریں۔ اپنا ہاتھ ہماری طرف بلند کریں تا ہم اُنہیں پکڑیں۔ اور اپنی محبّت بھری گود میں اُنہیں بٹھا لیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :- ؎

تُو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک   اس سے ہے شورِ محبّت عاشقانِ زار کا

مگر افسوس۔ ایک لطیف مضمون اور عجیب و غریب روحانی استعارہ کو ظاہر بین نگاہوں نے قابلِ اعتراض

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سمجھا۔ اور کہا۔ لو اب مذہب بالکل شکست کھا گیا۔ حالانکہ مذہب نے وہ کچھ کہا تھا۔ جس کی تغلیط صحیح سائنس روزِ قیامت تک بھی نہیں کر سکتی ؎

حوّا کا آدم کی پسلی سے پیدا ہونا

اسی طرح بعض نادانوں نے اس حدیث سے کہ حوّا کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔ یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا آدم کے جسم کو پھاڑ کر اس کی پسلی کی ہڈی سے حوّا کا وجود پیدا ہوا۔ اور اس طرح سائنس دانوں کو اسلام پر اعتراض کا موقع مل گیا۔ حالانکہ یہ ایک استعارہ تھا۔ جس کا نقطہ یہ مفہوم تھا۔ کہ عورت مرد کے پہلو بہ پہلو رہنے کے لئے پیدا کی گئی ہے اور وہ مرد کی رفیقِ حیات ہے۔ لیکن مرد کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری جگہ عورت کے متعلق یہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ عورت ایک ٹیڑھی پسلی کی طرح ہے۔ چاہیئے کہ مرد اسکی کجی کا ہر وقت خیال رکھے۔ اور اسکو اسقدر سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرے۔ کہ وہ ٹوٹ ہی جائے۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں جو آیا ہے۔ فخلق منھا زوجھا۔ اس کا بھی یہی مفہوم ہے کہ حوّا آدم کی جنس سے پیدا کی گئی ہے۔ یعنی جن طاقتوں اور جذبات کے ساتھ مرد پیدا ہوا۔ انہی طاقتوں اور جذبات کے ساتھ عورت پیدا ہوئی۔ کیونکہ اگر دونو کے ایک جیسے جذبات نہ ہوتے۔ تو ناممکن تھا ان میں حقیقی انس پیدا ہوتا۔ اگر صرف مرد میں ہی شہوت ہوتی۔ اور عورت میں نہ ہوتی۔ تو کبھی اتحاد پیدا نہ ہوتا۔ پس دونو میں یکساں جذبات رکھے گئے ہیں۔ تا آپسمیں محبّت و پیار سے رہ سکیں ؎

آسمان چکّر نہیں کھاتا

اسی طرح قرآن میں آتا ہے۔ والسّماءِ ذات الرجع والارضِ ذات الصدع اب اس آیت کے عموماً یہ معنی کیئے جاتے تھے۔ کہ آسمان چکّر کھاتا اور زمین پھٹتی ہے۔ اس پر سائنس دانوں نے یہ بجا اعتراض کیا۔ کہ آسمان تو کوئی مادّی شئے ہی نہیں پھر وہ چکّر کیونکر لگاتا ہے۔ اور اگر مادی ہو۔ تب بھی زمین چکّر کھاتی ہے۔ نہ کہ آسمان۔ اب اس آیت کا یہ مطلب ہی نہیں تھا۔ کہ آسمان چکّر کھاتا ہے۔ بلکہ سماء کے معنی بادل کے ہیں۔ اور رجع کے معنی بار بار آنے کے۔ معنی یہ ہوئے کہ ہم شہادت کے طور پر ان بادلوں کو پیش کرتے ہیں۔ جو بار بار خشک زمین کو سیراب کرنے کے لئے آتے ہیں۔ پھر ہم زمین کو پیش کرتے ہیں۔ جو بارش پر پھٹتی اور اس سے کھیتی اور روئیدگی نکلتی ہے۔ گویا بتلایا کہ جس طرح خدا نے بادلوں کا سلسلہ پیدا کیا ہے۔ کہ وہ بار بار آتے اور زمین کو سرسبز و شاداب کرتے ہیں۔ اسی طرح روحانی سلسلے کا حال ہے۔ جب تک خدا اپنے فضل کا بادل نہیں بھیجتا۔ اپنے کلام کا پانی نہیں برساتا۔ قابلیتیں مُردہ ہو جاتی ہیں۔ لیکن جونہی اس کا نور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حرکت میں آتا ہے۔ انسانی ذہن بھی قابلیّت ظاہر کرتا اور مطالبِ روحانیہ پیدا کرنے لگتا ہے ٭

پس مذہب نے جسقدر باتیں بیان کی ہیں۔ اُنپر کوئی بھی حقیقی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا٭ اعتراض تبھی پیدا ہوتا ہے۔ جب مذہب کی غلط ترجمانی کی جاتی ہے۔ جب اپنے خیالات وقیاسات کو مذہب کی طرف منسوب کر کے اُسے مذہبیّت کا جامہ پہنایا جاتا ہے۔ جیسے متذکرہ بالا امثال سے صاف ثابت ہے۔ مذہب کی غلط ترجمانی ہی نے اُسے سائنس سے ٹکرایا۔ ورنہ فی الحقیقت مذہب اور سائنس آپسمیں تضاد نہیں رکھتے۔ بلکہ متحد اور کامل طور پر ایک دوسرے کے مؤیّد ہیں۔ بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ سائنس دان اپنے خیالات کا نام سائنس رکھکر یا اپنے نامکمّل تجربات کو سائنس کی ثابت شدہ حقیقت قرار دے کر مذہب کے پیشکردہ حقائق کا ابطال کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اُن کی نادانی اور حماقت ہوتی ہے۔ کوئی بھی صحیح سائنس اسلام کے خلاف نہیں۔ اور اسلام کا کوئی بھی حکم صحیح سائنس کے خلاف نہیں۔ پس مذہب اور سائنس یا بلفظِ دیگر اسلام اور سائنس آپسمیں جنگ نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے کی مدد اور تائید کرتے ہیں۔ دیوسماجی معترض کو چاہیئے کہ وہ اپنی اِس غلط فہمی کی اصلاح کرے۔ اور دل سے یہ خیالِ خام نکال ڈالے۔ کہ مذہب کہ سائنس کی روشنی میں دیکھنا حماقت ہے۔ یا سائنس کوئی ایسی بلا ہے۔ جو مذہب کو کھا سکتی ہے۔ حاشا وکلّا ایسا قطعاً نہیں۔ دنیا کا کوئی بھی علم۔ نہ موجودہ نہ گذشتہ اور نہ آئندہ اسلام کے خلاف ہو سکتا ہے اور نہ ہوگا بلکہ الحقُّ یعلو ولا یُعلیٰ وہ غالب رہیگا۔ اور انشاءاللہ اپنی صداقت وسچّائی ماہرینِ سائنس کے موتہوں سے منوا کر اپنی عظمت وہیبت کا سکّہ دُنیا کے دانشمند طبقہ پر بٹھائیگا ٭

سائنس اور خدا کا عقیدہ

مَیں نے اپنے مضمون میں ایک یہ بات بھی لکھی تھی۔ کہ معترض کا یہ لکھنا کہ سائنس کی روشنی ہستی باری تعالیٰ کے عقیدہ کو دُور کرتی جارہی ہے۔ سراسر غلط اور خلافِ واقعہ امر ہے کیونکہ سائنس صرف مادیات کے خواص اور قوانین کے دریافت کا علم ہے۔ اور جبکہ خدا کوئی مادّی وجود نہیں۔ یہ کہنا کہ سائنس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نہیں ایسی ہی بات ہوگی۔ جیسے کہا جائے۔ چونکہ فلاں مادرزاد اندھے نے لنڈن نہیں دیکھا۔ اسلئے لنڈن کا وجود ہی نہیں۔ جبکہ اندھا شخص بوجہ اپنی نابینائی کے لنڈن کو دیکھ نہیں سکتا۔ یا ایک غریب بوجہ اپنی غربت اور عدم مصارف کے وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ تو اُن کا ایسا کہنا بھلا کیونکر صحیح مانا جا سکتا ہے کہ چونکہ ہم نے اُسے نہیں دیکھا۔ اسلئے اُس کا وجود ہی نہیں۔ وہ تو دیکھنے اور وہاں تک پہنچنے کی قابلیّت ہی نہیں رکھتے۔ پھر وہ کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ جب تک ہم نہ دیکھ لیں۔ اُسکے وجود کا کوئی یقینی ثبوت نہیں۔ اور اگر وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایسا کہیں تو کیا اس سے یہ ثابت ہو جائیگا کہ فی الواقع لنڈن کا وجود ہی نہیں۔ اور وہ خطۂ زمین پر کوئی آباد اور وسیع شہر ہی نہیں۔ ایسا نتیجہ کوئی بھی دانا شخص نکالنے پر طیار نہیں ہوگا۔ اسی طرح جبکہ سائینس کی پرواز صرف مشہود اور محسوس اشیاء تک محدود ہے۔ تو وہ مافوق المحسوسات یعنی ہستیٔ باری تعالیٰ وغیرہ کے متعلّق کیسے تحقیق کر سکتی اور کس طرح ایسا غلط اور ناقابلِ تسلیم نتیجہ نکال سکتی ہے کہ دنیا کا کوئی خالق نہیں۔ پس کوئی بھی سائینس دان صرف سائینس کی روشنی میں یہ یقینی طور پر کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ کہ خدا نہیں۔ کیونکہ خدا ایسی ہستی ہی نہیں جو سائینس کے احاطہ میں آسکے۔ وہ تو لطیف اور نُورانی ہستی ہے۔ اسکے جواب میں دیو سماجی معترض لکھتے ہیں "ہم کہتے ہیں کہ سچا سائینس کا علم مادّی اور روحانی دو تو دنیاؤں سے تعلّق رکھتا ہے" مگر مجھے افسوس ہے۔ اُنہوں نے کوئی ایسا ثبوت پیش نہیں کیا۔ جس سے ثابت ہوتا کہ سائینس دانوں نے روحانی انکشافات بھی دنیا پر کیئے ہیں۔ اور جبکہ کوئی ایسا ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ مجھے بھی زیادہ لکھنا نہیں چاہیئے۔ البتہ جب وہ یہ ثابت کرینگے کہ سائینس نے روحانیات میں بھی تغیرِ عظیم برپا کیا ہے۔ میرا فرض ہوگا میں اُنہیں بتاؤں۔ وہ روحانیّت کو کیا سمجھتے ہیں۔ اور رُوحانیّت اور مادیت میں کتنا عظیم الشان فرق ہے +

دہریوں کی ایک دلیل کا ردّ

البتہ ایک دلیل اُنہوں نے اِن الفاظ میں پیش کی ہے۔ "جس صورت میں اِس کائینات میں مادہ اور طاقت ابدالآباد سے موجود ہے۔ اور اُنہی کی ایک دوسرے پر عمل سے مختلف وجود ظہور میں آرہے ہیں۔ تب پھر خدا تعالیٰ کو اس کائنات کا خالق اور مالک اور چلانے والا ظاہر کرنا سراسر غلط ہے" (۲۹ اپریل)

یہ دلیل جو اُنہوں نے اپنے زعم میں ہستی باری تعالیٰ کے عقیدہ کے بُطلان میں پیش کی ہے۔ سخت بودی اور کمزور دلیل ہے۔ کیونکہ حق یہ ہے کہ مادہ اور طاقت سے آپ ہی آپ کچھ بھی نہیں بن سکتا۔ جب تک ایک صاحبِ ارادہ ہستی اُس کے پیچھے کام کرنے والی نہ ہو۔ ہم اُنہیں کچھ گارا۔ اینٹیں اور دیگر عمارت کا ضروری مصالح اگر دیں۔ اور ایک میدان میں رکھ کر اُن سے کہیں کہ وہ اپنے میٹر اور فورس کے عمل درعمل سے ایک عمارت کھڑی کر دیں۔ تو کیا ایسا ہو سکے گا؟ اور کیا محض مادہ اور طاقت سے عمارت کی تکمیل ہو سکتی ہے؟ کبھی نہیں۔ جب تک کسی صاحبِ ارادہ معمار کا ہاتھ کام نہ کرے۔ وہ عمارت کبھی پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچیگی۔ وہ محض بکھری ہوئی چند چیزیں ہونگی۔ اس سے زیادہ اُنکی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ اسی طرح جب معمولی عمارت بھی محض مادہ اور طاقت سے نہیں بنتی۔ بلکہ ایک معمار کی محتاج ہوتی ہے۔ تو کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ زمین یہ آسمان یہ ستارے یہ سیارے یہ ہوا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اِس کائناتِ عالم کی ہر چیز۔ خود بخود بغیر کسی خالق و مالک کے ہو۔ کہتے ہیں کسی بدوی سے کسی نے پوچھا تھا۔ تیرے پاس خدا کی کیا دلیل ہے۔ اُس نے نہایت لطیف جواب دیا اور کہا:۔

"اونٹ کی مینگنی دیکھنے سے ہمیں خیال آتا ہے کہ ضرور اس جگہ سے اونٹ گذرا ہے۔ کسی آدمی کے پاؤں کا نشان دیکھنے سے ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ضرور یہاں سے کوئی شخص گذرا ہے۔ مگر کیا یہ زمین مع اپنی وسعت کے اور آسمان مع اپنے سورج اور چاند اور ستاروں اور سیّاروں کے اِس امر کی کھلی دلیل نہیں کہ ضرور اِن کا کوئی بنانیوالا اور پیدا کرنے والا ہے"

یہی وہ دلیل ہے جسے قرآن نے بارہا پیش کیا۔ اور کہا۔ کیونکر ہو سکتا ہے بغیر خالق و مالک کے خود بخود ایسا مربوط اور منظّم کارخانہ قائم ہو جائے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ اتّفاقیہ طور پر اگر کچھ سیاہی گر جائے۔ تو اُس سے کوئی حرف پیدا ہو جائے۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ اتّفاقیہ طور پر سیاہی گرنے سے نہایت خوبصورت حروف میں لکھی ہوئی ہزارہا صفحات کی علمی کتاب بن جائے۔ ایسا جب بھی ہوگا۔ تبھی ہوگا۔ جب کوئی عالم و فاضل اُس سیاہی سے ایک خاص کتاب لکھے۔ اور اُس میں علمی جواہر ریزے بکھیر کر دنیا کے سامنے پیش کرے۔ اب زمین کو دیکھو اور آسمان کو دیکھو۔ جو چیزیں اتّفاقی ہو جاتی ہیں جیسے خودرَو جنگلی بوٹیاں۔ اُن میں سلسلہ اور انتظام نہیں ہوتا۔ بلکہ بے جوڑ ہوتی ہیں۔ اینٹوں سے بیشک مکان بنتا ہے مگر ایک دوسرے پر اینٹیں پھینک دینے سے مکان نہیں بن جاتا۔ جب تک لکھنے والا نہ ہو کبھی حروف نہیں بنتے۔ اِسی طرح ممکن تھا۔ ہم یہ مان لیتے یہ زمین و آسمان خود بخود اتّفاقیہ طور پر مادہ اور طاقت کے عمل در عمل سے پیدا ہو گئے۔ مگر ہمیں تو دنیا میں کہیں بھی ایسی نظیر نہیں ملتی۔ کہ بغیر صاحبِ ارادہ ہستی کے خود بخود کچھ ہو سکتا ہو۔ بلکہ ہر جگہ ہمیں مادّہ کے ساتھ ہی ایک فاعل کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جب ایسا ہر جگہ ہو رہا ہے تو کس طرح ہو سکتا ہے۔ ہم کہدیں زمین و آسمان خود بخود پیدا ہو گئے۔ اگر خود بخود پیدا ہو جاتے تو اُن میں ایک نظام اور سلسلہ نہ ہوتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں ہر چیز دوسرے سے پیوستہ ہے۔ کائناتِ عالم میں حد درجے کا نظام۔ تناسب۔ توافق۔ اتحادّ اور ارتباط پایا جاتا ہے۔ اور یہی ثبوت ہے اِس بات کا کہ ضرور اسکے پیچھے ایک علیم و قدیر ہستی ہے جو ہر چیز میں نظام رکھ کر اُسے چلا رہی ہے۔ ورنہ یہ بے جوڑ کارخانہ ہوتا۔ آنکھیں ہوتیں مگر روشنی نہ ہوتی۔ پیاس ہوتی مگر پانی نہ ہوتا۔ بھوک ہوتی مگر روٹی نہ ہوتی۔ کان ہوتے مگر خوبصورت آوازیں نہ ہوتیں۔ زبان ہوتی مگر خوش ذائقہ اشیاء نہ ہوتیں۔ ناک ہوتا مگر خوشبویات اور عطریات نہ ہوتے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گتے اور بچھ بھی پیدا ہوتے۔ مگر اُن کے سردی سے محفوظ رہنے کے لئے لمبے لمبے بال نہ ہوتے۔ بیماریاں ہوتیں مگر علاج نہ ہوتے۔ مگر جبکہ ایک طرف بھوک رکھی تو دوسری طرف روٹی پیدا کر دی۔ پیاس رکھی تو پانی پیدا کر دیا۔ زبان دی تو خوش ذائقہ چیزیں بھی بنا دیں۔ بیماریاں لگائیں تو علاج بھی پیدا کر دیئے۔ تو لازماً یہ تمام کارخانہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ اتفاقاً نہیں ہؤا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو تمام کارخانہ بے جوڑ سا ہوتا۔ مگر تناسب اور نظام ظاہر کرتا ہے کہ فی الواقع ایک ایسی ہستی ہے جو خالق ہے مالک ہے حکیم ہے علیم ہے۔ قدیر ہے متصرّف ہے اور وہ وہی ہستی ہے جسے دنیا خدا۔ پرمیشور۔ گارڈ۔ یہوواہ اور باپ کہکر پکارتی اور اُسکے حضور عبودیّت کا سجدہ بجالاتی ہے ؏

دیو سماجی کا الزام

مجھے افسوس ہے۔ دیو سماجی معترض نے احمدیّت کی طرف ایک سراسر غلط اور بے بُنیاد بات منسوب کر دی کیونکہ لکھتے ہیں۔ "احمدیہ صاحبان کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا ہر جگہ موجود نہیں ہے۔ وہ کسی خاص جگہ میں محدود ہے" حالانکہ مَیں نے اپنے مضمون میں بالکل صاف لفظوں میں لکھا تھا:۔

"وہ حاضر و ناظر اور تمام چیزوں پر محیط اور ہر جگہ موجود ہے" (ریویو اپریل صفحہ ۶ سطر ۱۹)

"خدا محدود نہیں ہے اور نہ خدا کوئی مجسم چیز ہے" صٗ سطر ۳۔ مگر باوجود اسکے کہ مَیں نے لکھ دیا تھا۔ خدا "ہر جگہ موجود ہے" اور وہ "محدود نہیں" پھر بھی انھوں نے نادانی سے ہماری طرف یہ امر منسوب کر دیا۔ کہ "احمدیہ صاحبان کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ خدا ہر جگہ موجود نہیں ہے۔ وہ کسی خاص جگہ میں محدود ہے" مَیں امید کرتا ہوں اُنہیں اپنی غلطی پر ندامت محسوس ہوگی۔ اور وہ آئندہ اس قسم کا افتراء منسوب کرنے سے احتراز کرینگے ؏

مختلف کتابوں کے نزول کی حکمت

مَیں نے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ مختلف زمانوں میں مختلف کتابیں خدا کی طرف سے اسلئے نازل ہوئیں۔ کہ ابھی انسان اپنے کمال کو نہیں پہنچا تھا۔ بلکہ روحانی رنگ میں اور جسمانی رنگ میں نشو و نما پا رہا تھا۔ پس جبکہ وہ ابتدائی منازل میں سے گذر رہے تھے۔ خدا نے چاہا کہ اُن کے سامنے اُن کے موجودہ حالات کے مطابق ایک تعلیم پیش کرے چنانچہ خدا نے کسی وقت انجیل اُتاری۔ کسی وقت تورات۔ کسی وقت وید۔ اور کسی وقت باقی صُحفِ انبیاءؑ۔ مگر جب وہ وقت آگیا۔ جب انسان اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اور وہ رُوحانی اور جسمانی دونو پہلوؤں سے کامل اور مکمل طور پر نشو و نما پا گیا۔ تو خدا نے اپنا کامل رسول حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ سلّم اور اپنی ایک کامل کتاب قرآنِ مجیدؐ اُتار کر باقی تمام ادیان و امم اور اُن کی کُتب الٰہیّہ کو منسوخ فرما دیا۔ کیونکہ آپ آمد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تیمم برخاست کے مطابق کامل کے مقابل پر ناقص کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اور میں نے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ اس کی مثال بالکل طبیب کی سی ہے جو مختلف بیماریوں کو مختلف نسخے دیتا ہے۔ اور وہ نسخے حالات پر بدلتے رہتے ہیں۔ اسی طرح حالات کے بدلنے پر خدا نے پچھلی کتابوں کو منسوخ کر کے ایک کامل کتاب نازل فرمادی

اسپر دیو سماجی معترض لکھتے ہیں:۔

"وہ کیا وید جس زمانہ میں لکھے گئے۔ اُس وقت سارے ہی انسانوں کی ایک قسم کی حالت تھی۔ کہ اُنکے لئے وہ نسخہ تجویز کیا گیا۔ پھر جب بائیبل اور انجیل کہلانے والے خدا کی طرف سے دی گئیں۔ اُسوقت سارے انسانوں کی ایک قسم کی حالت تھی۔ اور پھر جب کہلانے والے خدا کی طرف سے قرآن دیا گیا۔ اُسوقت سارے عرب کے لوگوں کی ایک سی حالت تھی۔ اگر اُن سب انسانوں میں اختلاف تھا۔ جیسا کہ اختلاف ضرور تھا۔ تو ہر ایک انسان کے لئے جُدا جُدا نسخے آنے کی ضرورت تھی"

مگر اُنہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ بیشک ہر انسان دوسرے انسان سے بلحاظ طبیعت اور مذاق کے کسی حد تک اختلاف رکھتا ہے۔ مگر باوجود اختلافِ طبائع اور اختلافِ نسل و مُلک اور اختلافِ السنہ کے پھر بھی قوموں میں اتحاد ہوتا ہے۔ ایک گھر میں ہی مختلف طبیعتوں کے آدمی بستے ہیں۔ کوئی کچھ پسند کرتا ہے اور کوئی کچھ۔ مگر باوجود اسکے وہ اتحاد سے رہتے ہیں۔ اسی طرح ایک مُلک میں کروڑوں قسم کی طبائع کے آدمی ہُوا کرتے ہیں۔ مگر گورنمنٹ کا قانون ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ گورنمنٹ زید کے لئے الگ قانون بنائے اور بکر کے لئے الگ۔ اور عمرو کے لئے الگ۔ حالانکہ سچّی بات یہی ہے کہ زید بکر سے اور بکر عمرو سے علیحدہ اور مختلف ہے۔ بلحاظ طبیعت اور مذاق کے۔ مگر چونکہ باوجود اختلاف کے اُن میں اتحاد بھی ہوتا ہے۔ اسلئے مُلک کے تمام باشندوں کے لئے باوجود ہزاروں اختلافات کے گورنمنٹ ایک ہی قانون مقرر کرتی ہے۔ اسی طرح گو طبائع میں اختلاف تھا اور ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ مگر اُن اختلافات کے باوجود ایک اتحاد بھی ہے۔ اور اُسی اتحاد پر خدا صرف ایک قانون نازل کرتا ہے۔ اختلاف طبیعت اور ذوق میں ہوتا ہے۔ مگر قانون اس سے بالا ہوتا ہے۔ وہ اصولی رنگ میں ہدایات دیتا اور تعزیرات مقرر کرتا ہے۔ اسلئے طبیعت کا اختلاف اُسکے مقابل پر کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے وید اُتارے باوجودیکہ طبائع ہزاروں قسم کی تھیں۔ توریت۔ انجیل اور قرآن اُتارا۔ باوجودیکہ طبائع لاکھوں قسم کی تھیں۔ مگر ویسے ہی جیسے باوجود لاکھوں اختلافِ طبائع کے گورنمنٹ کا قانون ایک ہی ہوتا ہے۔ اور یہ اسی لئے کہ قانون ایک حکمران کی حیثیت میں ہوتا ہے۔ جو اخلاق کی اصلاح کرتا اور مختلف جرائم کو روکتا ہے۔ چونکہ اس غرض میں عام اختلافات روک نہیں ہو سکتے۔ اسلئے قانون

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی علیحدہ علیحدہ مقرر نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے ایک ایک کتاب اُتاری۔

قرآن ساری دنیا کے لئے ہے

آپ لکھتے ہیں۔ "اگر قرآن عرب کے لوگوں کی حالت کیلئے ایک نسخہ تھا۔ تو اُسے اب احمدیہ صاحبان ہندوستان کے لوگوں کے لئے نسخہ کے طور پر کیوں پیش کرتے ہیں؟" مگر ہم نے کب لکھا تھا قرآن عرب کے لئے آیا ہے۔ وہ تو خود کہتا ہے اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْن۔ میں سارے جہان کے لئے اور قیامت تک کے لئے نامۂ ہدایت ہوں۔ پس جب یہ ساری دنیا کے لئے ہے۔ تو "احمدی صاحبان" اگر اسے کل دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اسپر دیو سماجی معترض کو تلملانے کی کیا ضرورت ہے۔

مذہب کی سچائی معلوم کرنیکا طریق

میں نے کسی مذہب کی سچائی معلوم کرنے کے لئے یہ طریق بتلایا تھا کہ "کہ انسان اپنے مذہب کو زندہ اور بابرکت مذہب ثابت کرے۔ اور زندگی کا ثبوت یہ دے کہ (أ)۔ اس مذہب کے متبعین کو اللہ تعالیٰ اپنی خاص تائیدات سے مؤید فرمائے اور اُنپر اپنی رحمتیں نازل فرما کے اُنہیں اُن کے مقاصد میں مظفر و منصور فرمائے۔ (ب)۔ دوسرے یہ کہ زندہ مذہب کے مخالفوں پر اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی غضب اور بے تعلقی کا اظہار کرے۔ یہ دو طریق ہیں۔ جن سے پتہ چل سکتا ہے کہ خدا کے حضور کونسا مذہب سچا ہے۔" صٓ

اس پر لکھتے ہیں۔ "موجودہ زمانہ میں اسلامی سلطنتیں تو تباہ ہو رہی ہیں۔ اور عیسائی لوگ مختلف مُلکوں میں غلبہ حاصل کر رہے ہیں۔ گویا مولوی صاحب کے قول کے موافق خدا عیسائیوں کی مدد کر رہا ہے۔ اور مسلمان صاحبان کو زک پہنچا رہا ہے۔ اور اس لحاظ سے عیسائی مذہب سچا ہے اور اسلام سچا نہیں۔"

مگر اسلامی سلطنتوں کی بربادی سے یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ خدا مسلمانوں کے ساتھ نہیں۔ سلطنت اور حکومت کے لئے خدا نے اور قوانین مقرر کیئے ہیں۔ اگر کوئی اُنہیں نظر انداز کر دیتا ہے۔ تو خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی۔ سلطنت کو کھو بیٹھیگا۔ لیکن جو اُنہیں پیشِ نظر رکھیگا وہی جیتیگا۔ خواہ وہ کافر ہو یا مومن۔ سلطنتوں کے لئے اور قوانین۔ اِن کے چلے جانے سے مذہب پر حرف عائد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر مذہب کی سچائی معلوم کرنی ہو۔ تو اُسکے لئے دُعا اور مباہلہ کا طریق ہے۔ ہمارے سیّد و مطاع حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اسی لئے پرنس آف ویلز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:-

"اے ہمارے واجب التعظیم بادشاہ کے واجب التعظیم ولیعہد! اگر آپ باوجود ان نشانات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور صداقتوں کے جو اوپر مذکور ہوئیں۔ ابھی یہ خیال کریں کہ خدا کے تعلق اور محبت کے معلوم کرنے کے لئے اسوقت بھی کسی نشان کی ضرورت ہے۔ تو ہم آپ کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے رسوخ سے کام لیکر پادریوں کو تیار کریں۔ جو اپنے مذہب کی سچائی کے اظہار کے لئے بعض مشکل امور کے لئے دعا مانگیں اور بعض ویسے ہی مشکل امور کے لئے جماعتِ احمدیہ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کرے۔ مثلاً سخت مریضوں کی شفا کے لئے جن کو بذریعہ قرعہ اندازی کے آپسمیں تقسیم کرلیا جائے۔ پھر آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس کی سنتا ہے۔ اور کس کے منہ پر دروازہ بند کر دیتا ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرسکیں۔ اور ہرگز نہ کرینگے۔ کیونکہ ان کے دل محسوس کرتے ہیں کہ خدا کی برکتیں ان سے چھین لی گئی ہیں۔ تو پھر اے شہزادہ۔ آپ سمجھ لیں کہ خدا نے مسیحیت کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اسلام کے ساتھ اپنی رحمتیں مخصوص کر دی ہیں" (تحفہ شہزادہ ویلز صفحہ ۱۲) مگر دنیا جانتی ہے۔ کوئی پادری تیار نہ ہوا۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ وہ مُردہ ہیں۔ اور ان میں شمہ برابر بھی روحانیت نہیں۔ پس سچائی معلوم کرنے کا یہی طریق ہے کہ مباہلہ پر نکلو۔ یا سخت مریضوں کے لئے دعا کرو۔ وہ تو طرح پتہ لگ جائیگا ؂

اس طرح یہ کہنا بھی حماقت ہے کہ "طاعون وغیرہ کی بیماری میں جسقدر مسلمان صاحبان فیصدی اوسط کے لحاظ سے فوت ہوئے ہیں۔ اسقدر عیسائی صاحبان فوت نہیں ہوئے" کیونکہ اگر مسلمان بیماریوں سے مرتے ہیں تو عیسائی بھی تو مرتے ہیں۔ یہ کوئی ثبوت اور دلیل نہیں۔ یورپ بھی زلزلوں سے۔ ریلوں کے ٹکرانے سے انفلوئنزا کے متواتر حملوں سے سخت تباہی دیکھ چکا ہے۔ بلکہ طاعون نے گذشتہ ازمنہ میں جسقدر یورپ کو نقصان پہنچایا ہے۔ اتنا کسی اور ملک کو نہیں پہنچا۔ مگر باوجود اسکے یہ مذہب کی سچائی معلوم کرنے کا محفوظ طریق نہیں۔ کیونکہ دونو طرف موتوں کا امکان ہوتا ہے۔ طریق یہی ہے کہ آؤ اور دعا کرو۔ جو خدا کے حضور سچا ہے زندہ رہے۔ اور جو نہیں سچا وہ ہلاک ہو جائے۔ پھر دیکھو گے۔ مسلمان مرتے ہیں یا عیسائی۔ مسلمان مرتے ہیں۔ یا دیو سماجی۔ آخر دیو سماجیوں کو بھی تو اپنے مذہب کی سچائی پر ناز ہے۔ مگر کیا وہ اس میدان میں نکل سکتے ہیں۔ اگر انہیں صمیم قلب سے یقین ہے۔ تو وہ کیوں نہیں کہتے کہ اگر ہم جھوٹے ہیں۔ تو مسلمانوں کا خدا ہمیں اتنی مدت میں تباہ اور برباد کر دے۔ سچا آدمی کبھی نہیں گھبراتا۔ اور نہ بزدلی اور نامردی دکھاتا ہے۔ وہ میدان کا شہسوار ہوتا ہے۔ پس ان طریقوں سے مذہب کی سچائی معلوم ہو سکتی ہے اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہی طریق ہیں۔ جن سے اسلام افضل ثابت ہے۔ ورنہ اگر طاعون سے مسلمان مرتے ہیں۔ تو کیا عیسائی نہیں مرتے۔ ہندو نہیں مرتے۔ سکھ نہیں مرتے۔ یا اگر مسلمانوں سے سلطنتیں جارہی ہیں تو کیا پہلے زمانہ میں بڑی بڑی سلطنتوں پر زوال نہیں آچکا۔ پس یہ معیار صحیح نہیں۔ حکومت کے اور طریق ہیں۔ اور بیماریوں کے اور نتائج ہوتے ہیں۔ اگر مذہب کی سچائی کا شوق ہو۔ تو یہی طریق ہے جو میں نے بتایا ہماری طرف سے چیلنج ہے۔ دیوسماجی اُٹھیں یا برہموسماجی ہندو اُٹھیں یا عیسائی۔ کوئی ہے جو آئے اور اس طریق پر اسلام کی سچائی کا اپنے مذہب کی سچائی سے مقابلہ کرے؟

موذی اشیاء کے فوائد

مَیں نے اپنے مضمون میں موذی اشیاء کے بعض فوائد بیان کیئے تھے۔ اُس پر پھر اعتراض کیا گیا ہے گو شکر ہے بہت حد تک اُنہوں نے تسلیم کرلیا ہے۔ مگر پھر بھی مکھیوں اور مچھروں پر اُنہیں بہت ناراضگی ہے۔ مگر وہ کس لئے کسی یونانی طبیب سے نہیں پوچھتے۔ کہ آیا آپ کسی دوائی میں مکھیاں بھی ڈالتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ کسی قابل طبیب سے دریافت کرتے۔ تو انہیں معلوم ہو جاتا مکھیاں بعض امراض میں نہایت مفید علاج ثابت ہوئی ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم مکھیاں کمروں سے دور نہ کریں۔ خدا نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے اِنہیں کمروں میں رکھنے کے لئے بنایا ہے۔ یا کھٹملوں کو چارپائیوں میں رہنے کے لئے بنایا ہے۔ اگر خدا ایسا کہتا۔ تب تو کہہ سکتے تھے کہ تم گھروں سے مکھیاں مت نکالو۔ اور چارپائی سے کھٹملیں دور مت کرو۔ مگر جب اسلام نے یہ نہیں کہا۔ بلکہ صرف وہ یہ کہتا ہے کہ ان میں فوائد ہیں۔ تو تم ایسا کیونکر کہہ سکتے ہو۔ کیا یہ تھوڑا فائدہ ہے کہ مکھی بعض ادویہ میں پڑتی اور امراض کو دور کردیتی ہے۔ اور کیا یہ کھٹملوں اور مچھروں وغیرہ کا تھوڑا فائدہ ہے کہ یہ انسان کو ہر وقت ہوشیار کرتے اور اُنہیں صفائی کی طرف متوجہ کرتے رہتے ہیں۔ اگر خدا کھٹمل نہ بناتا۔ تو مَیں سمجھتا ہوں سینکڑوں انسان ہمیشہ چارپائی اندر ہی رکھتے۔ اور مٹی سے کبھی صاف نہ کرتے۔ اسی طرح غلاظت اور گندگی میں پڑے رہتے۔ مگر خدا نے چارپائیوں میں کھٹمل اور مکانوں میں پسو اور مچھر پیدا کرکے سب کو صفائی کی طرف متوجہ کردیا۔ اگر اور اِن چیزوں کا کچھ بھی فائدہ نہ ہو۔ تب بھی یہ عظیم الشان فائدہ ہمارے مُنہ سے بے اختیار ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا نکلواتا اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے احسانات کا گرویدہ و ثنا خواں بنا دیتا ہے۔ مگر اِسکے علاوہ اور بھی اِن چیزوں میں فوائد ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ زمانہ خود بخود ایسی چیزوں کے فوائد دنیا پر روشن کرتا رہیگا ؏

کاٹنے والا کُتّا

مَیں نے لکھا تھا۔ شریعتِ اسلام نے جن پانچ چیزوں کے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان میں سے ایک ہلکایا (باؤلا) کُتّا بھی ہے۔ مگر لاعلمیت ایسی بُری اور نکمّی چیز ہے کہ دیوسماجی معترض لکھتے ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"اب مولوی صاحب اِس کا ٹھیک جواب تو دے نہیں سکتے۔ اور فرماتے ہیں کہ کُتّے سے مراد ہلکائے کُتّے سے ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ اِس میں ہر کُتّے کو مار دینے کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ صرف کاٹنے والے کُتّے کو یعنی وہ کُتّا جو ہلکایا ہو مارنے کا حکم دیا ہے۔ کیا خدا کے کلام میں خدا کی طرف سے کُتّے کی بجائے ہلکایا کُتّا نہیں لکھا جا سکتا تھا۔ کہ جس عبارت کی اب مولوی صاحب کو اِصلاح کرنے کی ضرورت پڑی ہے"

صاحبِ من! مجھے اِصلاح کی کیا ضرورت تھی۔ مَیں نے حدیث کو اپنی آنکھ سے پڑھا۔ اور اُسے اپنے دماغ میں محفوظ رکھا۔ تب مَیں نے کاغذ پر لکھا۔ اور اُسے رسالہ میں شائع کیا۔ افسوس اپنے نفس پر کریں۔ جسے اتنا بھی خیال نہیں آیا۔ کہ اصل کتاب کو کھول کر پڑھ لیں۔ شائد وہاں یہ ہی لکھا ہو۔ سو جنابِ من! وہاں کاٹنے والے کُتّے کی تعیین کر دی گئی ہے۔ پس یہ میرا اختراع نہیں بلکہ شریعت کا یہی حکم ہے۔ وگرنہ مسلمانوں سے آپ پوچھئے۔ وہ خوب جانتے ہیں شریعت نے کُتّا رکھنا جائز بھی قرار دیا ہے۔ پس صرف کاٹنے والے کُتّے کو مارنے کا حکم دیا گیا۔ نہ کہ ہر کُتّے کو۔ وگرنہ اگر ہلکائے کُتّوں سے آپکو ایسی ہی ہمدردی ہے۔ تو چاہیئے کہ آپ کے شہر میں خدانخواستہ اگر ایسا کُتّا آ جائے۔ تو آپ اُسے بڑے پیار سے اپنے گھر میں لے جائیں۔ اور اُسے مارنے کی قطعاً کوشش نہ کریں۔ مگر کیا آپ ایسا کرینگے؟

مَیں نے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ شریعت نے یہ نہیں کہا۔ کہ اِن پانچ چیزوں کی تم نسلیں برباد کر ڈالو۔ اور جہاں پاؤ چیلوں اور بچھوؤں اور کوّوں اور چوہوں اور ہلکائے کُتّوں کا شکار کرتے رہو۔ بلکہ اُس نے صرف ہمیں توجّہ دلائی اور کہا۔ اِنہیں حدِّ اعتدال سے بڑھنے مت دو۔ اِس پر لکھتے ہیں:۔

"اگر اِن چیزوں کی زیادتی کو روکنے کے لئے ہی یہ ہدایت دی گئی ہے۔ تو خدا صاحب ایسا ہی حکم دیتے۔ کہ اِن چیزوں کو حدِّ اعتدال سے بڑھنے نہ دو۔ لیکن یہاں تو اِس قسم کا حکم نہیں ہے کہ جس سے خدا کے کلام کا نہایت ناقص ہونا ظاہر ہوتا ہے"

مگر اُنہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ یہ بھی میرا اپنا خیال نہیں۔ بلکہ اسلام کا یہی حکم ہے۔ چنانچہ حدیثیں پڑھیئے۔ وہاں سے صاف ثابت ہے۔ صحابہؓ نے ایک دفعہ بہت کُتّے مارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تب منع کیا۔ اور فرمایا۔ اعتدال کے اندر رہو۔ پس اسلام نے یہی حکم دیا ہے کہ انہیں اعتدال سے بڑھنے مت دو۔ یہ نہیں کہ نسل کی نسل فنا کر ڈالو۔ چنانچہ مَیں نے جیسا کہ لکھا ہے۔ حدیثوں سے اس قسم کا یقینی استدلال ہوتا ہے۔

تمام موذی چیزوں کی ہلاکت کا حکم

آپ لکھتے ہیں:۔ "اور بھی بہت سارے جاندار ترقی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرکے نقصان کا موجب ہوتے ہیں۔ اُن سب کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟"

بیشک اور بھی ہزاروں چیزیں موذی ہیں۔ مگر شریعت نے اِنہی پانچ چیزوں میں دنیا کی تمام موذی چیزیں داخل کر دی ہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ ہم چوہے کو تو فوراً مارنے دوڑیں۔ لیکن اگر شیر سامنے آجائے۔ تو اُسے بالکل نہ ماریں۔ جب چُوہے کو مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو شیر اور چیتے اور درندے بدرجۂ اولےٰ مارنے کے قابل ہوئے۔ کیونکہ جب معمولی مُوذی چیز کو ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو عقلِ انسانی میں آہی نہیں سکتا۔ کہ ایک زیادہ موذی چیز کو ہم یونہی رہنے دیں۔ اسی طرح کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ہم چیل کو تو ماریں۔ لیکن اگر دشمن کے ہوائی جہاز گولہ و بم پھینکنے کے لئے اوپر پرواز کریں۔ تو ہم اُنہیں یونہی پھرنے دیں۔ ہمارا فرض ہوگا کہ ہم اُنہیں ماریں۔ اسی طرح ہم بچھّو کو ماریں مگر سانپ اور دیگر موذی اشیاء اگر یونہی رہنے دیں تو یہ بھی حماقت ہوگی۔ حقیقت یہی ہے کہ جب اِن پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ تو اِسی لئے کہ اِن کے ضمن میں بڑی چیزیں خود بخود آجائینگی۔ کیونکہ جب معمولی موذی چیز کو ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو زیادہ موذی چیز کو بدرجۂ اولیٰ مارنے کا ارشاد ہُوا۔ پس ایک تو یہ جواب ہے کہ انہی پانچ چیزوں کے اندر دنیا کی تمام موذی اشیاء داخل ہیں +

دوسرا جواب یہ ہے کہ شریعت نے علیحدہ بھی ہمیں موذی اشیاء کے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ کہتا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ۔ ہلاکت میں مت پڑو۔ بلکہ ہر ہلاکت سے بچو۔ شیر اگر ہمارے سامنے آتا ہے تو وہ ایک ہلاکت ہے ہمارا فرض ہے ہم اُسکے پنجہ سے بچیں۔ اور اُس سے بچنے کا کامل تر محفوظ طریق یہی ہے کہ خود اُسکو ہلاک کردیں۔ اِسی طرح فرمایا۔ قُوا انفسکم واھلیکم نارا۔ اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین سب کو آگ سے بچاؤ۔ اِس آگ سے وہ چیزیں بھی مُراد ہیں جو انسان کو جلادیتی اور اُسے ہلاک اور برباد کردیتی ہیں۔ اِسی طرح فرمایا۔ خذوا حذرکم۔ اپنے بچاؤ کا ہمیشہ سامان کرتے رہو۔ علیکم انفسکم اپنے نفوس کا خیال رکھو۔ علاوہ ازیں شریعت کا یہ حکم بھی ہے کہ خواہ حالتِ نماز میں کوئی موذی چیز تمہارے سامنے آجائے اُسے ہلاک کردو۔ پس ساری موذی چیزیں اِنہی احکام کے اندر آجاتی ہیں۔ لیکن اگر نام بنام ہر موذی چیز کا ذکر کیا جاتا۔ تو یہ طوالت بالکل بے معنیٰ ہوتی۔ پس شریعت نے ایک اصول بیان کردیا۔ اُس سے فائدہ اُٹھانا رموزِ شریعت سے واقفیت رکھنے والوں کا کام ہے +

ٹڈی دَل کے مارنیکا حکم

آپ لکھتے ہیں۔ "ٹڈی دَل بھی ہمارے ملک میں جسقدر تباہی پیدا کرتا ہے۔ اُس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اُسکے مارنیکا ذکر کیوں نہیں کیا گیا"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُنہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ ٹڈی کے مارنے کا شریعت نے ہمیں واضح الفاظ میں حکم دیا ہے کیونکہ لکھا ہے۔ فرعونیوں پر جو عذاب آئے۔ اُن میں سے ایک ٹڈی کا بھی عذاب تھا۔ فارسلنا علیہم الطوفان والجراد والقمّل والضفادع والدّم اٰیاتٍ مفصّلٰت (۹/۹) پس جب خدا نے اس عذاب کا قرآن میں ذکر کیا۔ تو کیوں؟ صرف اسی لئے کہ یہ ٹڈی عذاب بنکر دنیا کو نقصان عظیم پہنچا سکتی ہے۔ پس اسلام نے اگرچہ یہ حقیقت بیان کی تھی۔ مگر افسوس دنیا نے اِسکو نہ سمجھا۔ مگر آج اُنہیں معلوم ہوا کہ یہ ٹڈی بھی عذابِ عظیم ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ کوئی نئی بات نہیں۔ قرآن مجید نے پہلے سے کہدیا ہے یہ عذاب ہے۔ فرعونیوں پر بھی یہی عذاب آیا تھا۔

الہام کی صداقت معلوم کرنیکا طریق

میں نے لکھا تھا۔ الہام کی صداقت کیلئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ہر انسان پر خواب و رؤیا کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ جو اس بات کا یقینی ثبوت ہے کہ جس طرح اُن کی آنکھ مختلف ایسے نظائر دیکھ سکتی ہے۔ جو نہ دل کا خیال ہوں اور نہ بیماری کا نتیجہ۔ اِسی طرح اُن کے کان بھی خدا کی آواز سن سکتے ہیں۔ اور اسی آواز کا دوسرا نام الہام ہے۔ اس پر لکھتے ہیں۔ "جیسے خواب میں آنکھوں سے دیکھے ہوئے نظارے عموماً جھوٹے یا فرضی ہوتے ہیں۔ ویسے ہی کان سے سنی ہوئی باتیں بھی عموماً جھوٹی اور فرضی ہوتی ہیں۔ پس الہام کی بنیاد اس قسم کی فرضی باتوں پر رکھنا اُسے سچا ثابت نہیں کرتا"

مگر کون کہہ سکتا ہے ہر خواب اور رؤیا جھوٹی اور وہم کا نتیجہ ہوتی ہے۔ بیسیوں نہیں سینکڑوں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں ایسے انسان ہیں جنہوں نے ضرور بعض خوابیں دیکھیں۔ اور جس طرح انہوں نے دیکھا۔ اُسی طرح وقوع میں بھی آگیا۔ ہم زبان خلق کی تردید نہیں کر سکتے۔ اگر ایک آدھ شخص ایسا نظارہ دیکھتا تب بھی اعتراض کی گنجائش ہوتی۔ مگر جبکہ لاکھوں نے دیکھا۔ اور اُن کی خوابوں کا جن میں وہم و خیال کا دخل نہ تھا پورا پورا ظہور بھی ہو گیا۔ تو کیا ایسا ناممکن ہے کہ ہمارے کان بھی ایسی آوازیں سنیں بیشک شیطانی الہام بھی ہو سکتا ہے۔ جس طرح شیطانی خوابیں بھی آجاتی ہیں۔ مگر جس طرح شیطانی خوابوں کے سلسلہ سے رحمانی خوابوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اِسی طرح شیطانی الہامات سے رحمانی الہامات کے سلسلہ کا انکار کرنا حماقت ہے۔ دنیا میں اکثر چیزیں اصلی بھی ہیں۔ اور نقلی بھی۔ مگر نقل کے ہونے سے اصلی چیزوں کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح اگرچہ بعض الہامات شیطانی یا نفسانی بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر اُن سے ہم نفس الہام کا انکار نہیں کر سکتے۔ جس طرح ایک آدھ شیطانی خواب کے آجانے سے خوابوں کے سلسلہ کی تکذیب نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ سوال ضرور ہو سکتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ کہ شیطانی اور رحمانی الہام میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔ سو یہ چونکہ وسیع مضمون ہے۔ اس لئے اِسجگہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ایک تحریر جس میں حضورؑ نے اِسی سوال کا نہایت لطیف جواب دیا ہے۔ درج کرتا ہوں۔ حضورؑ نے فرمایا:۔

سچے الہام کی شناخت

"اگر مجھ سے سوال کیا جاوے۔ کہ تم نے کیونکر پہچانا اور یقین کیا۔ کہ وہ کلمات جو تمہاری زبان پر جاری کیئے جاتے ہیں وہ خدا کا کلام ہے۔ حدیث النفس یا شیطانی القاء نہیں۔ تو میری رُوح اِس سوال کا مندرجہ ذیل جواب دیتی ہے:۔

اوّل جو کلام مجھ پر نازل ہوتا ہے۔ اُسکے ساتھ ایک شوکت اور لذّت اور تاثیر ہے۔ وہ ایک فولادی میخ کی طرح میرے دل کے اندر دھنس جاتا ہے۔ اور تاریکی کو دُور کرتا ہے۔ اور اُسکے ورود سے مجھے ایک نہایت لطیف لذّت آتی ہے۔ کاش اگر میں قادر ہوسکتا۔ تو میں اُسکو بیان کرتا۔ مگر روحانی لذّتیں ہوں خواہ جسمانی۔ اُن کی کیفیّات کا پُورا نقشہ کھینچ کر دکھلانا انسانی طاقت سے بڑھکر ہے۔ ایک شخص ایک محبوب کو دیکھتا ہے۔ اور اُسکی ملاحتِ حُسن سے لذّت اُٹھاتا ہے۔ مگر وہ بیان نہیں کرسکتا۔ کہ وہ لذّت کیا چیز ہے۔ اِسی طرح وہ خدا جو تمام ہستیوں کا علّتُ العلل ہے۔ جیسا کہ اُس کا دیدار اعلیٰ درجہ کی لذّت کا سرچشمہ ہے۔ ایسا ہی اُس کی گُفتار بھی لذّات کا سرچشمہ ہے۔ اگر ایک کلام انسان سُنے۔ یعنی ایک آواز اُسکے دل پر پہنچے۔ اور اُس کی زبان پر جاری ہو۔ اور اُسکو شُبہ باقی رہ جاوے کہ شاید یہ شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے۔ تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی۔ کیونکہ خدا کا کلام جس قُوّت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذّت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے۔ خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ اور ہرگز مُردہ آوازوں سے مشابہت نہیں رکھتا۔ بلکہ اُسکے اندر ایک جان ہوتی ہے۔ اور اُسکے اندر ایک طاقت ہوتی ہے۔ اور اُسکے اندر ایک کشش ہوتی ہے۔ اور اُسکے اندر یقین بخشنے کی ایک خاصیّت ہوتی ہے اور اُسکے اندر ایک لذّت ہوتی ہے اور اُسکے اندر ایک خارق عادت تجلّی ہوتی ہے۔ اور اُسکے ساتھ ذرّہ ذرّہ وجود پر تصرّف کرنیوالے ملائک ہوتے ہیں۔ اور علاوہ اِسکے اُسکے ساتھ خدائی صفات کے اور بہت سے خوارق ہوتے ہیں۔ اسلئے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شُبہ پیدا ہوسکے۔ بلکہ وہ شُبہ کو کفر سمجھتا ہے۔ اور اگر اُسکو کوئی اور معجزہ نہ دیا جاوے۔ تو وہ اِس وحی کو جو اِن صفات پر مشتمل ہے بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔ ایسی وحی جس شخص پر نازل ہوتی ہے۔ اُس شخص کو خدا کی راہ میں اور خدا کی محبّت میں ایسے عاشقِ زار کی طرح بنادیتی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ جو اپنے تئیں صدق و ثبات کے کمال کی وجہ سے دیوانہ کی طرح بنا دیتا ہے۔ اُس کا یقین اُسکے دل کو شہنشاہ کر دیتا ہے۔ وہ میدان کا بہادر اور استغناء کے تخت کا مالک بنجاتا ہے۔ یہی میرا حال ہے۔ جسکو دنیا نہیں جانتی۔ قبل اسکے جو میں معجزات دیکھوں۔ اور آسمانی تائیدوں کا مشاہدہ کروں میں اُسکی کلام سے ہی اُسکی طرف ایسا کھینچا گیا۔ کہ کچھ اٹکل نہیں آتی۔ کہ مجھے کیا ہو گیا۔ تیز تلواریں میرے اُس پیوند کو چھڑا نہیں سکتیں۔ کوئی آگ مجھے ڈرا نہیں سکتی۔ وہ کشش جس نے میرے دل پر کام کیا وہ دلائل سے باہر ہے اور بیان سے بلند تر اور براہین سے بالا تر ہے" (نزول المسیح صفحہ ۸۲ و ۸۶)

"پس میرے پاس یہ ذکر کرنا کہ کیوں وہ کلام جو تم پر نازل ہوا حدیث النفس نہیں۔ یہ بات ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ کوئی کہے کہ کیوں ممکن نہیں کہ تمھارا یہ خیال کہ تم آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اور زبان سے بولتے ہو۔ اور کانوں سے سُنتے ہو۔ یہ غلط خیال ہے۔ پس عزیزو۔ تم سوچو اور سمجھ لو۔ کہ کیا وہ شخص جسکو معلوم ہے کہ میں آنکھ بند کرنے سے پھر کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ اور کانوں کے بند کرنے سے پھر کچھ سُن نہیں سکتا۔ اور زبان کے کاٹے جانے سے پھر کچھ بول نہیں سکتا۔ وہ ایسے متکلانہ جراح کو کچھ حقیقت نہیں سمجھیگا یا شک میں پڑیگا کہ شاید میں آنکھ سے نہیں دیکھتا اور کان سے نہیں سُنتا اور زبان سے نہیں بولتا۔ سو اسی طرح میرا حال ہے۔ خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا۔ اور ہوتا ہے وہ میری روحانی والدہ ہے جس سے میں پیدا ہوا۔ اُس نے مجھے ایک وجود بخشا ہے۔ جو پہلے نہ تھا۔ اور ایک رُوح عطا کی ہے جو پہلے نہ تھی۔ میں نے ایک بچّہ کی طرح اُسکی گود میں پرورش پائی۔ اور اُس نے مجھے ہر ایک ٹھوکر سے سنبھالا اور ہر ایک گرنے کی جگہ سے بچا لیا۔ وہ کلام ایک شمع کی طرح میرے آگے آگے چلا۔ یہاں تک کہ میں منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ اِس سے زیادہ کوئی بد ذاتی نہیں ہو گی کہ میں یہ کہوں۔ کہ وہ خدا کا کلام نہیں۔ میں اُسی طرح اُسکو خدا کا کلام جانتا ہوں۔ جس طرح میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ میں زبان سے بولتا ہوں اور کانوں سے سُنتا ہوں اور میں کیونکر اُس سے انکار کر دوں۔ اُس نے تو مجھے خدا دکھلایا اور چشمۂ شیریں کی طرح معارف کا پانی مجھے پلاتا رہا۔ اور ایک ٹھنڈی ہوا کی طرح ہر ایک حبس کے وقت میں مجھے راحت بخش ہوا۔ وہ اُن زبانوں میں بھی مجھ پر نازل ہوا۔ جن زبانوں کو میں نہیں جانتا تھا جیسا کہ زبان انگریزی اور سنسکرت اور عبرانی۔ اُس نے بڑی بڑی پیشگوئیوں اور عظیم الشان نشانوں سے ثابت کر دیا کہ وہ خدا کا کلام ہے۔ اور اُس نے حقائق و معارف کا ایک خزانہ میرے پر کھول دیا جس سے میں اور میری تمام قوم بے خبر تھی۔ وہ کبھی کبھی زبان عربی یا انگریزی یا کسی دوسری زبان کے اُن دقیق اور نا معلوم الفاظ میں میرے پر نازل ہوا۔ جن سے میں بے خبر تھا۔ تو کیا باوجود ان روشن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثبوتوں کے کوئی شک کا مقام ہو سکتا ہے؟" (نزول المسیح صفحہ ۸۷)

"خدا۔ خدا کے ذریعہ سے ہی پہچانا جاتا ہے نہ کسی اور ذریعہ سے۔ تم میں سے کون ہے جو اپنے ہم کلام کو شناخت نہیں کر سکتا۔ پس اسی طرح مکالمات کی حالت میں معرفت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ بندہ کا دعا کرنا اور خدا تعالیٰ کا لُطف اور رحم سے اُس دُعا کا جواب دینا نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ بعض موقع پر بیس بیس دفعہ یا تیس تیس دفعہ یا پچاس پچاس دفعہ یا قریباً تمام رات یا قریباً تمام دن۔ اسی طرح ہر یک دُعا کا جواب پانا اور جواب بھی فصیح تقریر میں اور بعض دفعہ مختلف زبانوں میں اور بعض دفعہ ایسی زبانوں میں جن کا علم بھی نہیں۔ اور پھر اُسکے ساتھ نشانوں کی بارش اور معجزات اور تائیدوں کا سلسلہ۔ کیا یہ ایسا امر ہے کہ اسقدر مسلسل مکالمات اور مخاطبات اور آیاتِ بیّنات کے بعد پھر خدا کے کلام میں شک رہے۔ نہیں نہیں بلکہ یہ ایسا امر ہے کہ اسکے ذریعہ سے بندہ اس عالم میں اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے اور دونوں عالم اُسکے لئے بلاتفاوت یکساں ہو جاتے ہیں۔ اور جس طرح نورہ کے استعمال سے یکدفعہ بال گِر جاتے ہیں ایسا ہی اِس نور کے نزول جلال سے وحشیانہ زندگی کے بال جو جرائم اور معاصی سے مُراد ہیں۔ کالعدم ہو جاتے ہیں۔ اور انسان مُردوں سے بیزار ہو کر اُس دلآرام زندہ کا عاشق ہو جاتا ہے جسکو دنیا نہیں جانتی" (نزول المسیح صفحہ ۹۴)

"اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے۔ اِس کا جواب یہی ہے کہ اُس کی کئی نشانیاں ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ الٰہی طاقت اور برکت اُسکے ساتھ ایسی ہوتی ہے کہ اگرچہ اور دلائل ابھی ظاہر نہ ہوں وہ طاقت بڑے جوش اور زور سے بتلاتی ہے کہ مَیں خدا کی طرف سے ہوں۔ اور مُلہم کے دل کو ایسا اپنا مسخّر بنا لیتی ہے۔ کہ اگر اُسکو آگ میں کھڑا کر دیا جاوے۔ یا ایک بجلی اُس پر پڑنے لگے وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ الہام شیطانی ہے یا حدیث النفس ہے یا شکّی ہے یا ظنّی ہے بلکہ ہر دم اُسکی رُوح بولتی ہے کہ یہ یقینی ہے اور خدا کا کلام ہے۔

(۲) دوسرے خدا کے الہام میں ایک خارق عادت شوکت ہوتی ہے۔

(۳) تیسرے وہ پُر زور آواز اور قوّت سے نازل ہوتا ہے۔

(۴) چوتھے اُس میں ایک لذّت ہوتی ہے۔

(۵) اکثر اُس میں سلسلہ سوال و جواب پیدا ہو جاتا ہے۔ بندہ سوال کرتا ہے۔ خدا جواب دیتا ہے۔ اور پھر بندہ سوال کرتا ہے۔ خدا جواب دیتا ہے۔ خدا کا جواب پانے کے وقت بندہ پر ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غنودگی طاری ہوتی ہے۔ لیکن صرف غنودگی کی حالت میں کوئی کلام زبان پر جاری ہونا وحی الٰہی کی قطعی دلیل نہیں۔ کیونکہ اس طرح پر شیطانی الہام بھی ہو سکتا ہے۔

(۶) چھٹے وہ الہام کبھی ایسی زبانوں میں بھی ہو جاتا ہے جن کا ملہم کو کچھ بھی علم نہیں۔

(۷) خدائی الہام میں ایک خدائی کشش ہوتی ہے۔ اوّل وہ کشش ملہم کو عالم تفرید اور انقطاع کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ اور آخر اُس کا اثر بڑھتا بڑھتا طبائع سلیمہ متبعین پر جا پڑتا ہے۔ تب ایک دنیا اُسکی طرف کھینچی جاتی ہے اور بہت سی روحیں اُسکے رنگ میں بقدر استعداد آجاتی ہیں۔

(۸) آٹھویں سچا الہام غلطیوں سے نجات دیتا اور بطور حَکَم کے کام کرتا ہے۔ اور قرآن شریف سے کسی بیان میں مخالف نہیں ہوتا۔

(۹) سچے الہام کی پیشگوئی فی حد ذاتہٖ سچی ہوتی ہے۔ گو اُسکے سمجھنے میں لوگوں کو دھوکا ہو۔

(۱۰) دسویں سچا الہام تقویٰ کو بڑھاتا اور اخلاقی قوّتوں کو زیادہ کرتا اور دنیا سے دل برداشتہ کرتا اور معاصی سے متنفر کر دیتا ہے۔

(۱۱) سچا الہام چونکہ خدا کا قول ہے۔ اسلئے وہ اپنی تائید کیلئے خدا کے فعل کو ساتھ لاتا ہے۔ اور اکثر بزرگ پیشگوئیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو سچی نکلتی ہیں۔ اور قول اور فعل دونوں کی آمیزش سے یقین کے دریا جاری ہو جاتے ہیں۔ اور انسان سفلی زندگی سے منقطع ہو کر ملکوتی صفات بن جاتا ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۱۱۵)

خدا کی محبّت کے نتائج

میں نے اپنے مضمون میں ایک یہ بات بھی لکھی تھی۔ کہ "چونکہ خدا مجسّم وجود نہیں ہے۔ اِس لئے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا انسان کو مل گیا۔ تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اُسکی محبّت انسان کو حاصل ہو گئی" اس پر لکھتے ہیں:۔

"اِس بیان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے عابد کو سچ مچ خدا نہیں ملتا۔ صرف اُسکی محبّت اُسکے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جو کسی بھی فرضی وجود کی کلپنا کر کے انسان اُسکے ساتھ اپنی محبّت لگا سکتا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ہزاروں اور لاکھوں ہندو اپنی ایک ایک فرضی دیوی یا دیوتا کے ساتھ اپنی محبّت لگاتے ہیں۔ اور خوب جوش کے ساتھ اُس کی بھگتی کرتے ہیں"

مگر حق یہ ہے کہ یہ خدا کی محبّت دیوی دیوتا جیسی فرضی محبّت نہیں ہوتی۔ بلکہ اُس محبّت کے آثار اور نتائج بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ خالی محبّت اور امر واقعہ میں یہی فرق ہے کہ ایک اپنے ساتھ نتائج رکھتی ہے اور دوسری نتائج سے خالی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اُسی جگہ لکھ دیا تھا "اُسکی محبّت کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پتہ انسان کو اِس طرح لگتا ہے۔ کہ جب کسی شخص کو خدا اپنا مقامِ قُرب عطا فرماتا ہے۔ تو ایسے شخص کی دُعائیں بکثرت قبول کرتا ہے۔ ایسے شخص کی خاص نُصرت اور تائید فرماتا ہے۔ ایسے شخص کے دشمنوں کو اگر وہ شرارت سے باز نہ آئیں تو ہلاک کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کی قبولیت اور نیکی دنیا پر پھیلاتا ہے۔ غرض اِن طریقوں سے خدا اپنی محبّت کا اظہار اُس پر فرماتا ہے اور آخر اپنے الہام کا دروازہ اُس پر کھول دیتا ہے"

اب خیالی اور فرضی محبّت کے نتیجہ میں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ دُعائیں بھی قبول ہوں نُصرت و تائید بھی ملے اور دشمن بھی ہلاک ہوں۔ ایسا تبھی ہوگا۔ جب خدا کا وجود یقینی طور پر ہوگا۔ پس صرف دل میں محبّت پیدا نہیں ہوتی بلکہ اُسکے نتائج بھی ظاہر میں پیدا ہو جاتے ہیں اور ہم یقین کر لیتے ہیں کہ فی الواقع ہمیں خدا مل گیا۔ وہ اپنی قولی شہادت سے اور اپنی فعلی شہادت سے ثابت کرتا ہے کہ مَیں تمھارے ساتھ ہوں۔ مگر دیوی دیوتا کی صرف ایک فرضی محبّت ہوتی ہے۔ جسکے ساتھ کوئی نتائج نہیں ہوتے۔ یہ فرق ہے جو خدا کی محبّت اور فرضی معبودوں کی محبّت میں ہے۔ چاہیئے کہ اِسے سوچا جائے اور اِس پر غور و تدبّر کیا جائے۔ خدا یقیناً دنیا کا خالق و مالک ہے۔ وہی ہمارا رازق اور معبود ہے۔ ہم اپنا سرِ نیاز اُسکے حضور جھکاتے اور اُسکی بارگاہ میں عاجزانہ دُعا کرتے ہیں۔ کہ اے ہمارے مولیٰ! تُو دنیا سے گمراہیوں کو دُور کر دے۔ آفتابِ اسلام کو روشن فرما۔ تا کفر و ضلالت کی گھٹائیں دُور ہوں۔ تیرا اجلال چمکے اور تیری تقدیس دنیا پر ابدالآباد تک ہوتی رہے ٭

والسّلام علےٰ من اتبع الھدیٰ

نہرو رپورٹ کی سفارشات

نہرو رپورٹ نے جو صورت طے کی تھی وہ حسبِ ذیل تھی:-

(۱) مخلوط انتخاب رائج ہو۔ (۲) ان صوبوں کیلئے جہاں مسلمان اقلیت میں ہونگے۔ مرکزی مجالس قانون ساز میں انکی نشستیں متعلقہ صوبہ میں انکی آبادی کے تناسب سے محفوظ رہیں گی۔ مگر انہیں عام انتخاب میں بھی حصہ لینے کا حق ہوگا۔ لیکن جہاں وہ اکثریت میں ہونگے وہاں انکی نشستوں کا کوئی تعیین نہ ہوگا (یعنی اپنی اکثریت کے زور سے وہ اپنی آبادی کے تناسب سے بھی زیادہ نشستوں پر قبضہ کر سکتے ہیں) (۳) پنجاب اور بنگال کی اقلیت کے لئے نشستوں کا کوئی تعیین نہ ہوگا۔ (۴) صوبہ سرحد اور بلوچستان کو ملک کے دیگر صوبوں کے مساوی اصلاحات کا مطالبہ (۵) سندھ کی علیحدگی (۶) ملک کی زبان اُردو ہوگی لیکن رسم الخط دیوناگری اور فارسی دونو۔ (۷) رائے دینے کا حق ہر بالغ کو ہوگا تعلیمی اور مالی معیار نہ ہوگا۔ (۸) کامل مذہبی آزادی۔ ہر اقلیت کو اسکے تمدن اور معاشرت میں پوری آزادی (۹) مرکزی مجلس قانون ساز میں اکثریت بغیر اقلیت کی رضامندی کے دستورِ اساسی میں کوئی تبدیلی نہ کرا سکیگی ٭

سائمن کمیشن کی سفارشات

سائمن کمیشن کی سفارشات سے حسبِ ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں:-

(۱) نظامِ حکومت فیڈرل ہوگا۔ (۲) مرکزی قانون ساز میں مسلمانوں کے لئے ۲۸ فیصدی نشستیں ہونگی جو مخلوط انتخاب کی صورت میں صوبوں کی مجالس کے ارکان منتخب کرینگے۔ (۳) جداگانہ انتخاب ہوگا صوبوں میں نیابت کا تناسب میثاق لکھنؤ کے مطابق ہوگا لیکن اگر پنجاب اور بنگال کے مسلمان نشستوں کی تخصیص کے بغیر مخلوط انتخاب پر آمادہ ہو جائیں تب بھی جن صوبوں میں مسلمانوں کی اقلیت ہے وہاں انہیں میثاق مذکور کے مطابق جو پاسنگ حاصل ہے وہ قائم رہیگا۔ (۴) صوبوں میں حکومت خود اختیاری ہوگی۔ لیکن گورنروں کو کلی اختیارات ہونگے (۵) سندھ کو الگ نہ کیا جائیگا۔ بلکہ صرف ایک قانون ساز کمیٹی مقرر کر دی جائیگی۔ (۶) بلوچستان اور صوبہ سرحد کو مساوی اصلاحات نہ ملیں گی بلکہ موقوف التوا کریں۔ ۵۰ ارکان کی ایک مجلس ہوگی جس میں سے نصف نامزد ہونگے اور نصف کا انتخاب میونسپلٹیاں، ڈسٹرکٹ بورڈ اور فوجی بورڈ کے ارکان کرینگے۔ نامزد ارکان میں اہم اقلیتوں کے افراد ہونگے۔ (۷) پنجاب و بنگال کے مسلمانوں کی اکثریت کو معدوم (۸) مسلمانوں کا کوئی تناسب معین نہیں ہے (۹) پرسنل لاء (شریعت) کے تحفظ کا کوئی ذکر نہیں (۱۰) زبان اور تمدن و معاشرت کے تحفظ کی ضمانت نہیں ٭ (مسلم کانفرنس کی قرار دادیں صفحہ ۴۰ پر پڑھیں)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمارا خانہ کعبہ

ہم یعنی مسلمان بیت اللہ کو حضرت خلیل اللہؑ کے زمانے سے جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ اسمٰعیلؑ اور اسکی ماں ہاجرہ کو اس بیابان میں چھوڑ دیں پس حضرتؑ نے ان دونو کو اسی مقام پر چھوڑا جہاں اب بیت الحرام تعمیر ہے ؛

اسمٰعیلؑ شیر خوار تھے۔ حرارت اور تابش آفتاب کی شدّت سے بی بی ہاجرہ کا دودھ خشک ہوگیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ مارے گرمی کے فرش ریگ پر تڑپنے لگے۔ ماں بیچاری ماِمتا کی ماری فرزند کی بیقراری کو دیکھ کر بے صبر ہوگئیں۔ مکہ میں صفا اور مروہ دو پہاڑ قریب واقع ہیں۔ ہاجرہ نے انہی دو پہاڑوں پر پانی کی تلاش میں سات چکّر اس طرح لگائے تھے کہ ہر چکّر پر اپنے بچّے کے اکیلے ہونیکی وجہ سے واپس آجاتی تھیں۔ اور معصوم کے اضطراب کا معائنہ کر کے پھر چل کھڑی ہوتی تھیں۔ اسکے بعد وہیں کی ہموار زمین میں سے انکو پانی جوش کرتا ہُوا دکھائی دیا۔ خدائے تعالیٰ نے اپنی رحمت سے وہاں ایک چشمہ جوشاں اُبلوا دیا۔ آپنے ریت کا ایک آڑ اکٹھا بنا کر اس پانی کو روکا اور عین گھبراہٹ کے عالم میں آپکے مُنہ سے نکلا "زم۔ زم" سریانی زبان میں زم صیغۂ امر ہے اسکے معنی ٹھیرا اور زم زم کے معنی ٹھیر ٹھیر کے ہیں بی بی ہاجرہ نے وہ پانی حضرت اسمٰعیلؑ کو پلایا اور خود بھی تسکین حاصل کی ؛

جب ہاجرہ پانی سے آسودہ ہوئیں تو اتفاقاً وہاں ایک قافلہ بنی جُرہم کا آنکلا۔ چشمہ زمزم کو ایسے خشک بیابان میں دیکھ کر اُتر پڑا۔ اور ہاجرہ سے اجازت لیکر اسی چشمے کے نواح میں آباد ہوگیا۔ اسکے بعد ہی ایک دوسرا قبیلہ قطوراء بھی آکر آباد ہُوا۔ یہ دونو قبیلے یمن کے رہنے والے اور آپسمیں بنی عم تھے قوم بنی جُرہم نے کنوآں بنایا اور اس چشمے کے پانی کو محفوظ کیا۔ جسکو زمزم کہتے ہیں۔ پس مکہ کی آبادی کا اصلی سبب چشمۂ زمزم ہے ؛

چشمۂ زمزم پر تازیست حضرت بی بی ہاجرہ کا قبضہ رہا۔ ان کے بعد اسمٰعیل علیہ السّلام قابض ہوئے۔ انکی شادی قبیلۂ بنی جُرم کی ایک لڑکی سے ہوئی۔ اور اس سے اولاد ہوئی۔ چنانچہ ثابت بن اسمٰعیل نے خانہ کعبہ کی تولیّت لی اور اسکے بعد جرہمی قوم کی حکومت شروع ہوئی ؛

تیرہ یا چودہ برس کے بعد حضرت بی بی سارہ کے ہاں اسحٰق پیدا ہوئے تو ابراہیم علیہ السّلام سارہ سے اجازت لیکر اپنے فرزند اوّل اسمٰعیلؑ کو دیکھنے کے لئے ملک شام سے مکّہ میں آئے۔ حسب الارشاد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خداوندی اسی مقام پر کعبہ تعمیر کیا۔ جہاں ابتک موجود ہے۔ تعمیر اس صورت سے ہوئی کہ اسمٰعیلؑ پتھر لاتے تھے۔ اور ابراہیمؑ چنائی کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ تعمیر خانہ کعبہ کے بعد اپنے وطن ملک شام کو چلے گئے اور تاریخ سے پھر کبھی واپس آنیکا ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ یہ ثابت ہے۔ کہ بعد تعمیر ابراہیم علیہ السّلام نے حج کیا تھا۔ بہیئت مجموعی یہ عمارت ۹ گز بلند اور دروازہ زمین سے ملا ہوا تھا۔ اور شرقی گوشے میں باہر کی طرف زمین سے ڈیڑھ گز کی بلندی پر ایک طاق میں حجر اسود لگایا گیا تھا۔ یہ عمارت عرصہ دراز تک قائم رہی۔ لیکن برسات کے زمانہ میں ایک پہاڑی نالہ اس زور سے آیا کہ ساری عمارت کو بہا لے گیا۔ تیسری بار ایک جرہمی امیر نے انہیں قدیم بنیادوں پر کعبے کی عمارت تیار کی۔ چوتھی بار قوم عمالیق کہ ایک قبیلہ بنی حمیر کا تھا مکہ پر غالب آیا۔ اس زمانہ میں بھی عمارت گر پڑی اور از سرِ نو ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر ہوئی آخر میں دوبارہ بنو جرہم نے قوت پکڑی اور متولی بیت اللہ ہوئے۔ قبائل کنانہ و غستان و خزاعہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بنو جرہم مقہور و مغلوب ہوئے اور بنو خزاعہ بیت الحرام کے متولی ہوئے۔ جب بنو خزاعہ کا دور دورہ ہوا تو اس قوم کے مشہور و معروف سردار عمرو بن اللحی خزاعی نے خانہ کعبہ کو صنم خانہ بنا دیا۔ اس وسیع مدّت میں اولاد اسمٰعیل کثیر ہو گئی۔ اور اس میں کنانہ و قریش کی دو شاخیں پھوٹیں۔ قریش نے خزاعیوں کو مار کر نکال دیا اور خود بیت الحرام کے مالک ہوئے۔ اب جا کر عمارت کعبہ پھر گر پڑی۔ پانچویں دفعہ قصی بن کلاب قرشی نے تعمیر کی۔ گوگل کی لکڑی کی چھت بنا کر اطراف میں درختوں کی باڑ لگا دی۔ اور اسپر سیاہ غلاف ڈالا۔ یہ عمارت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ طفولیت تک ملاحظہ فرمائی۔ سن شریف کوئی دس بارہ سال کا ہوگا۔ کہ ایک عورت پردہ کے پاس بیٹھی ہوئی بخور روشن کر رہی تھی شعلے نے لپک کر پردہ کو جالیا اور تمام عمارت جلکر خاکستر ہو گئی۔ چھٹی دفعہ قبیلہ قریش نے چندہ کر کے تعمیر کیا۔ مگر قدیم عمارت کے مقابلہ میں کئی تصرفات کر دیئے۔ اوّل یہ کہ عمارت خانہ کعبہ سے چھ گز زمین چھوڑ کر دیوار غربی درمیان رکن عراقی اور شامی اُٹھائی وہ بدر شدہ زمین اب حطیم کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہ چھوٹی سی دیوار جو اسکے اطراف میں ہے حجر کہلاتی ہے۔ دوم یہ کہ پہلے دروازہ خانہ کعبہ کا زمین سے ملا ہوا تھا۔ قریش نے دو ڈھائی گز اونچا کر کے نیچے بھرت کر دی۔ یہ دروازہ اس لئے اونچا کیا کہ بارش کا پانی اندر نہ جائے۔ سوم خانہ کعبہ کے اندر لکڑی کے ستون قائم کر دیئے۔ یعنی وہ پہلے بطور ایک وسیع کمرے کے تھا اور اب دالان در دالان ہو گیا۔ چہارم۔ خانہ کعبہ کے اندر رکن شامی کے قریب چھت پر چڑھنے کے لئے زینہ بنایا۔ ۸ھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر اور باہر کے تمام بتوں کو نکلوا کر جلوا دیا۔ مگر عمارت بدستور قائم رہی اور حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وقتاً فوقتاً اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے (سنہ ۱۷ ہجری) میں اطراف کے مکانات کو خرید کر مسجد الحرام کے صحن میں اضافہ کیا گیا۔ مگر عمارت خانہ کعبہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی

سنہ ۲۷ ہجری میں حضرت عثمان بن عفانؓ نے اطراف کے مکانات کو خرید کر مسمار کیا اور مسجد الحرام کو وسیع کیا +

ساتویں مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں کعبہ کو تعمیر کیا۔ اس مرتبہ عمارت پہلے سے زیادہ خوشنما بنائی گئی +

آٹھویں مرتبہ حجاج ابن یوسف نائب عبدالملک بن مروانؒ نے بیت اللہ کو تعمیر کیا۔ عبدالملک نے خانہ کعبہ کے متعلق مشورت کی آخر کار اسکو گرا کر پھر قریش کی بنیادوں پر تیار کیا۔ صرف ایک دروازہ شرقی جانب رکھ کر اندر سے قد آدم بھرت کر کے اونچی چوکھٹ لگائی۔ چھت چوب ساج کی بنائی اور کواڑ بھی اسی لکڑی کے تختوں کے بنائے اور زمین کا وہ طولانی ٹکڑا جو حطیم کے نام سے مشہور ہے۔ اسی طرح عمارت کعبہ سے باہر کر دیا۔ بعض مورخین کہتے ہیں۔ کہ حجاج نے کُل تعمیر کو نہیں گرایا۔ بلکہ صرف عبداللہ بن زبیرؓ کی تعمیر کی اصلاح کی +

خلفائے عباسیہ میں سے ابو جعفر منصور نے دوبارہ صحن حرم کو بڑھایا۔ ایک مرتبہ سنہ ۱۶۰ھ میں اور دوسری دفعہ سنہ ۱۶۷ھ میں شروع کر کے سنہ ۱۶۹ھ میں کام ختم کیا۔ اسکے بعد معتضد نے صحن حرم کو بڑھایا اور اس نے محلہ دار الندوہ کو مسمار کر کے داخل حدود حرم کیا اور حدِ ازدیادی پر ایک دروازہ تعمیر کر کے اس کا نام باب الزیادہ رکھا +

بعد ازاں خلیفہ متوکل عباسی نے خانہ کعبہ میں سنگ رخام کا فرش بچھا کر اس کے اندر چاندی کی چسک دی اور دیواروں اور چھت میں سونے کا کام کرایا۔ اور پھر خلیفہ مقتدر باللہ عباسی کے عہد خلافت میں حدود حرم کی توسیع ہوئی۔ اور باب ابراہیمؑ تعمیر ہوا +

سنہ ۹۰۰ ہجری میں فرح ابن برقوق چرکسی نے خانہ کعبہ کے اطراف میں چار مصلّے۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی اور حنبلی کے بنائے اور غرض یہ تھی کہ چاروں مذہبوں کے فقہاء اماموں اور مصلیوں میں جھگڑا نہ ہوا کرے

غرضیکہ خاص کر خانہ کعبہ کی تعمیر میں حجاج بن یوسف کے زمانہ سے سلطان مراد خاں بن احمد خاں سلطان روم کے عہد تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ صحن حرم کو وسعت ہوتی رہی۔ اور دیوار احاطہ صحن پر مکانات (جنکو رباطات کہتے ہیں) ستون اور سقف ہائے چوبی کے حاشئے بنتے رہے +

مرتبہ نہم سلطان مراد خاں اوّل کے زمانے میں سنہ ۱۰۳۳ھ کے قریب ایک مکان رباط میں آگ لگ گئی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اتنی بڑھی۔ کہ سارا حرم مع خانہ کعبہ نذر شعلہ ہو گیا۔ سلطان نے از سرِ نو تعمیر حرم شریف اور خانہ کعبہ کی شروع کی۔ جو ۱۰۴۰ھ میں بعہد سلطان سلیم ختم ہوئی۔ یہ آخری تعمیر ہے جو اسوقت تک ہمارے دیدۂ دل کو روشن کر رہی ہے۔ سلطان نے سوائے اس گوشہ کے جسمیں حجر اسود لگا ہوا ہے۔ باقی سب کو گرا کر از سرِ نو موافق بنیاد حجاج بن یوسف کے خانہ کعبہ کو بنایا۔ اندر فرش سنگ مرمر کا بچھایا اور اندر کی دیواروں پر سنگ مرمر کا استر دیا۔

زمزم کا عمق ستر ساٹھ گز اور عرض چار گز ہے۔ اب سلطان مراد خاں نے تہ آب سے اسکی تعمیر سنگ مرمر کی۔ دہانہ زمین سے ایک گز بلند اور تقریباً ڈیڑھ ہاتھ چوڑا۔ کنوئیں کے اطراف میں دو دو گز تک سنگ مرمر بچھا ہوا ہے۔ اور ہر طرف دیواریں اٹھا کر اوپر چھت بنا دی گئی ہے چھت پر ایک کمرہ ہے۔ جس میں سبز جالیاں لگی ہوئی ہیں ؞

سب سے پہلے جس نے خانہ کعبہ پر پوشش ڈالی وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے پھر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بردہ یمانی کا غلاف چڑھایا۔ یہ قصیؔ بن کلاب پہلا قرشی سردار ہے۔ جو ثابت بن اسمٰعیل کے بعد متولی بیت ہوا۔ اس نے دار الندوہ تعمیر کیا اور کعبہ پر سیاہ غلاف ڈالا ؞ ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے سعد الیمانی نے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثیاب الیمانہ کا غلاف چڑھایا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ نے پھر یزید بن معاویہ نے دیباج خسروانی کا غلاف اڑھایا ؞ سفید دیباج کی پوشش سب سے پہلے مامون الرشید نے ڈالی۔ اور اسکے بعد سفید دیباج ہی کا غلاف اڑھایا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ناصر عباسی نے سبز دیباج کی پوشش ڈالی۔ محمد بن سبکتگین نے زرد دیباج کا غلاف اڑھایا اور اسکے بعد سیاہ دیباج کی پوشش ڈالی جانے لگی ؞ صالح بن اسمٰعیل نامر نے ۷۴۳ ہجری میں نواح قاہرہ سے ایک گاؤں بیسوس نامی خانہ کعبہ کی پوشش کے اخراجات کے لئے وقف کر دیا تھا ؞ بحالت موجودہ غلاف ابریشم سیاہ کا اور اسپر کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بخطِ نسخ نہایت خوشخط بہت چوڑے حرفوں میں بنا ہوتا ہے۔ اور بام کعبہ سے زمین تک چاروں طرف لٹکتا ہے۔ خانہ کعبہ کے دروازے پر ایک سبز مخمل کا پردہ طلائی نقش و نگار سے مغرق پڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور تین ڈوریاں کلابتون آمیز جنکے سروں پر نقیش کے گچھے ہوتے ہیں۔ پردے میں آویزاں ہوتی ہیں۔ پہلے غلاف اور پردے منجانب سلطان روم ملک شام سے تیار ہو کر آتے تھے۔ ۱۲۱۶ہجری میں اس کا انتظام خدیو مصر سے متعلق کر دیا گیا۔ اب تک مصر سے آتے ہیں ؞

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لاطینی اور فارسی رسم الخط

یوروپین تہذیب و تمدن نے ایشیائی دل و دماغ پر جو تسلط و اقتدار حاصل کر لیا ہے۔ اسکا ایک نتیجہ یہ ہے۔ کہ ایشیائی ممالک میں جو رسم الخط جاری تھے۔ اب لیٹن رسم الخط میں ان کے بدلنے کا خیال عام طور پر ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور ترکوں نے اس کو اسی رسم الخط میں بدل بھی دیا ہے۔ ایران میں بھی فارسی رسم الخط کو بدل کر اسی لیٹن رسم الخط کے اختیار کرنے کی تحریک نشو و نما پا رہی ہے۔ اور عجب نہیں کہ اسکے بعد اردو رسم الخط کے بدلنے کی بھی تحریک پیدا ہو، یہ تحریک پیدا ہو چکی ہے۔

آقا سید محمد علی پروفیسر نظام کالج نے شعبہ جامعہ معارف ایران کے ایک جلسے میں اس موضوع پر ایک مبسوط تقریر کی ہے۔ جس میں علمی حیثیت سے فارسی اور لیٹن رسم الخط کا موازنہ کیا ہے۔ اور دونو کے عیب و ہنر دکھائے ہیں۔ اور اخیر میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ فارسی زبان کے لئے موجودہ فارسی رسم الخط سے بہتر کوئی دوسرا خط نہیں ہو سکتا۔ چونکہ اردو رسم الخط بھی بعینہ فارسی رسم الخط کی نقل ہے اسلئے ان کے تمام دلائل فارسی رسم الخط کی طرح اردو رسم الخط پر بھی منطبق ہوتے ہیں ؎

لیٹن زبان رومیوں کی زبان تھی۔ لیکن رومی سلطنت کے مٹ جانے کے بعد جب یورپ کی موجودہ سلطنتیں قائم ہوئیں تو انہوں نے رومیوں کے رسم الخط کو بعینہ قائم رکھا اور آج انگریزی فرنچ اطالین، اور جرمن وغیرہ زبانیں اسی خط میں لکھی جاتی ہیں۔ البتہ خود لیٹن زبان ایک مدت دراز سے مردہ ہو چکی ہے اور اس زبان کی صرف چند کتابیں باقی رہ گئی ہیں۔ جو مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ لیکن ان کتابوں کے الفاظ کا تلفظ ہر زبان میں بالکل مختلف ہے۔ فرنچ تلفظ اور۔ اور انگریزی تلفظ اور ہے ؎

اس زبان والوں نے جب اپنی زبان کے لئے لیٹن رسم الخط کا انتخاب کیا ہے۔ تو حروف کی آوازوں کے تناسب کا لحاظ رکھا ہے۔ اس بنا پر ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہے۔ کہ ہم پہلے لیٹن حروف اور انکی آوازوں پھر فارسی زبان کی آوازوں کو بتائیں۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے۔ کہ لیٹن خط فارسی کی آوازوں کو ادا کر سکتا ہے یا نہیں ؟

لیکن زبان میں دو قسم کے حروف ہیں۔ ایک اصلی اور دوسرا اعرابی۔ چنانچہ ہم ان دو قسم کے حروف کو بہ ترتیب لکھتے ہیں:۔

حروف اصلی

	حروف	آواز		حروف	آواز		حروف	آواز		حروف	آواز
(۱)	B	ب	(۲)	C	ک، ح و س	(۳)	D	د	(۴)	F	ف
(۵)	G	ج۔گ	(۶)	H	ہ (دو گا ہے بے صدا)	(۷)	I	ای	(۸)	L	ل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حروف	آواز	حروف	آواز	حروف	آواز	حروف	آواز
M (۹)	م	N (۱۰)	ن	P (۱۱)	پ	Q (۱۲)	ک
R (۱۳)	ر	S (۱۴)	س	T (۱۵)	ت	V (۱۶)	و
Z (۱۷)	ز	X (۱۸)	کس				

ان اٹھارہ حروف میں C ۔ Q ۔ X مکرر ہیں۔ اور انکی کوئی خاص آواز نہیں ہے۔ اس بنا پر اگر اٹھارہ حروف میں سے یہ تینوں مکرر حروف نکال دیئے جائیں تو پندرہ حروف باقی رہ جاتے ہیں جو حروفِ اعراب کے ساتھ جمع ہوتے ہیں۔ لیٹن خط کے حروفِ اعراب یہ ہیں:-

آواز	حروف	آواز	حروف
۱- الف اور زبر کے درمیان آواز دیتا ہے	a	۲- یائے ماقبل مفتوح کی آواز دیتا ہے	E
۳- یائے ماقبل مکسور کی آواز دیتا ہے	i	۴- واو معروف کی آواز دیتا ہے	U
۵- الف فارسی کی آواز دیتا ہے	O		

اب اگر ان پانچوں حروفِ اعراب کو پہلے پندرہ حروف اصلی کے ساتھ جمع کریں۔ تو ۲۰ حروف ہوتے ہیں۔ اس لئے لیٹن خط صرف ۲۰ آوازوں کو ادا کر سکتا ہے۔ حالانکہ فارسی زبان میں ۳۰ آوازیں ہیں۔ اس لئے لامحالہ دس آوازوں کو انہی ۲۰ حروف سے ادا کرنا پڑیگا۔ اور اسکی صورت یہ ہوگی۔ کہ دس حروف سے وہ آوازیں ادا کیجائینگی یا انہی ۲۰ حروف سے ترکیب دیکر مرکبات بنائے جائینگے اور ہر مرکب بغیر کسی مناسبت کے ایک آواز کیلئے معین کر دیا جائیگا۔

فارسی رسم الخط میں ۳۷ علامتیں لکھی جاتی ہیں:-

ا ب پ ت ث ج چ ح خ د ذ ر ز ژ س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک گ ل
۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷
م ن و ہ ی ـَ (زبر) ـِ (زیر) ـُ (پیش) ـّ (تشدید) ـْ (جزم)
۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷

اب ہم فارسی زبان کی تینوں آوازوں کے مقابل میں لیٹن حروف کو لکھتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے۔ کہ کتنی آوازیں بے حرف رہ جاتی ہیں:-

آواز فارسی	لیٹن	آواز فارسی	لیٹن حرف	آواز فارسی	لیٹن حرف	آواز فارسی	لیٹن حرف
				۱۷ ک	Q	۲۵ ھ	ندارد
۱ الف اصلی	O	۹ د	D	۱۸ گ	ندارد	۲۶ ی (اصلی)	Y
۲ الف اعرابی	ندارد	۱۰ ر	R	۱۹ ل	L	۲۷ ی (اعرابی)	I
۳ ب	B	۱۱ ز	Z	۲۰ م	M	۲۸ ـَ (زبر)	ندارد
۴ پ	P	۱۲ ژ	ندارد	۲۱ ن	N	۲۹ ـِ (زیر)	ندارد
۵ ت	T	۱۳ س	S	۲۲ و (از دولب)	ندارد	۳۰ ـُ (پیش)	ندارد
۶ ج	G	۱۴ ش	ندارد	۲۳ و (از دولب پائیں			
۷ چ	ما	۱۵ غ	ندارد	و دندان بالا)	V		
۸ خ	ندارد	۱۶ ف	F	۲۴ و (اعرابی)	V		

ان تمام مباحث کے بعد آقائے موصوف نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ فارسی زبان کے لئے موجودہ فارسی خط سے زیادہ کوئی خط موزون نہیں ہے۔ اور اسی سلسلے میں فارسی خط کی متعدد خوبیاں گنائی ہیں جن میں اسکی سب سے بڑی خوبی خوشنویسی ہے۔ ایشیا کے فنون لطیفہ میں یہ ایک بہت بڑا فن ہے۔ اور اس میں متعدد صاحب کمالوں نے شہرت حاصل کی ہے۔ اور ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں اب تک [illegible] قطع نظر [illegible] نفیس ہیں۔ الغرض اس خط میں [illegible] ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آل انڈیا مسلم کانفرنس کی قراردادیں

(جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب)

(۱) فیڈرل اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ کے انتخابات کے ذریعے سے ہوں۔ ہم اس تناسب نیابت کے سخت خلاف ہیں۔ جو سائمن کمیشن نے تجویز کی ہے۔ ہماری پُرزور رائے ہے۔ کہ مسلمانوں کو فیڈرل اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ دونو ایوانوں میں کم از کم ۳۳½ فیصدی نشستیں دی جائیں ÷ (۲) اگر کسی وقت کسی صوبے کے مسلمانوں کی ⅔ اکثریت جداگانہ حلقہ ہائے انتخابات کو بند کرنا چاہے تو اسے ایسا کرنے کی اجازت ہو ÷ (۳) صوبجاتی آزادی حقیقی معنوں میں آزادی ہو۔ اور اسے گورنروں کو غیر محدود اختیارات عطا کرنے سے پاش پاش نہ کیا جائے۔ تمام وزراء غیر سرکاری اور بذریعہ انتخابات مقرر کیے جائیں۔ اور وزارت مشترکہ طور پر مجلس آئین ساز کے سامنے ذمہ دار ہو ÷ (۴) مسلمانوں کو بنگال اور پنجاب میں لازماً اکثریت حاصل ہونی چاہیئے۔ سائمن کمیشن نے چھ صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت قائم رکھی ہے۔ مگر پنجاب اور بنگال کے مسلمانوں کو اکثریت سے محروم کر دیا ہے ÷ (۵) ہم اس تجویز سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ کہ سندھ کی فوری علیحدگی کے مسئلہ کو آئندہ موقعہ پر ملتوی کر دیا جائے۔ ہماری زبردست رائے ہے۔ کہ سندھ کو بلا تاخیر مزید بمبئی سے علیحدہ کیا جائے ÷ (۶) کمیشن نے صوبہ شمال مغربی سرحد کو اصلاحات عطا کی ہیں۔ لیکن ہماری زبردست رائے ہے کہ وہ اصلاحات بالکل ناکافی ہیں۔ اور جو دلائل کمیشن نے پیش کیے ہیں۔ وہ صحیح نہیں۔ ہماری پُرزور رائے ہے۔ کہ صوبہ سرحد کو بھی اس پیمانہ پر اصلاحات دی جائیں۔ جس پر ہندوستان کے دوسرے صوبوں کو دی جائیں گی ÷ (۷) بلوچستان کو مکمل صوبجاتی آزادی عطا کی جائے۔ اور اسے وہی اختیارات حاصل ہوں۔ جن سے دوسرے صوبجات متمتع ہوں ÷ (۸) سائمن کمیشن نے ملک کی سرکاری ملازمتوں اور مرکزی و صوبوں کی وزارتوں میں مسلمانوں کی نیابت کیلئے کافی انتظام نہیں کیا۔ مسلم قوم کو تمام کابینہ وزارت اور ملک کی سرکاری ملازمتوں میں کافی اور مؤثر نیابت کا اطمینان دلایا جائے۔ اور اس کا بندوبست دستور اساسی کا ایک جزو قرار دیا جائے ÷ (۹) اس امر پر اظہار افسوس ہے کہ تمام آئینی حکومت خود اختیاری کی جماعتوں میں مثل مقامی جماعتوں۔ یونیورسٹیوں اور دیگر جماعتوں کے جو بذریعہ قانون بنائی جائیں۔ مسلمانوں کی نیابت کے مطالبہ کو پورا نہیں کیا گیا۔ اور نہ ان کی تعلیم و تمدن۔ زبان۔ قانون شریعت اور اوقاف کے تحفظ کی تجاویز کو کمیشن نے پورا کیا ÷ (۱۰) فوج کے متعلق کمیشن نے جو تجاویز کی ہیں۔ ہم ان سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ ہمیں سخت مایوسی ہوئی ہے۔ کہ کمیشن نے فوج کو فوراً ہندوستانی بنانے۔ اور ہندوستانی سینڈھرسٹ قائم کرنے کے متعلق مکمل اور مؤثر انتظام نہیں کیا۔ ہماری زبردست رائے ہے۔ کہ فوج کو ہندوستانی بنانے کی کسی سکیم میں جو کوئی جماعت تجویز کرے۔ مسلمانوں کو فوجی ملازمت اور دوسری جنگی افواج مثل بحری اور ہوائی کے تمام درجوں میں کافی اور مؤثر نیابت دی جائے۔ بذریعہ قانون اس کا اطمینان دلایا جائے ÷ (۱۱) ہماری زبردست رائے ہے۔ کہ مرکزی حکومت میں تجارت۔ ریلوے۔ تار۔ ڈاک کے محکمے ہندوستانی وزراء کے ہاتھوں میں ہوں۔ جو فیڈرل اسمبلی کے سامنے جواب دہ ہوں۔ ہماری پختہ رائے ہے۔ کہ وقت آ گیا ہے جب مشترکہ مقاصد کے تمام امور مرکزی مجلس قانون ساز کو منتقل کر دیئے جائیں۔ اور درمیانی عرصہ کے لئے فوج۔ معاملات خارجہ۔ اور ہندوستانی ریاستوں کے امور مناسب تحفظات کے ماتحت ہوں ÷ (۱۲) جن مسلمانوں کو گول میز کانفرنس میں شامل ہونے کی دعوت دی جائے۔ ان کی تعداد بھی تمام ہندوستانی وفد کی تعداد کے ⅓ سے کم نہ ہو ÷

گوشوارہ بقایا و فاضلہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان بابت ماہ مئی ۱۹۳۰ء

نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقم بقایا			نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقم فاضلہ		
۱	بیت المال	۷	۱	۵۵۱۶	۱	بقایا و پیشگی	۶	۱۵	۱۳۰۱۹
۲	طبع و اشاعت	۳	۸	۳۹۳	۲	ایجنسی	۰	۰	۴۸۵۰
۳	جائداد	-	۴	۲	۳	بورڈران احمدیہ	۳	۱۰	۲۱۰
۴	بورڈران ہائی	۰	۷	۵۲	۴	ناظر اعلیٰ	۹	۱۲	۱۳۱
۵	مقبرہ بہشتی	۹	۶	۲۵۳۶۶	۵	قضاء	۳	۱۲	۲
۶	ہسپتال	۶	۴	۹۳	۶	افتاء	۰	۰	۱۵
۷	صدقات	۶	۳	۱۱۷۵	۷	پرائیویٹ سیکرٹری	۶	۲	۲۰۳
۸	قرضہ	۰	۰	۱۷۶۵۸	۸	محاسب	۲	۹	۹۹۸
۹	منارہ	۰	۰	۸۴۳	۹	دعوۃ و تبلیغ	۹	۱۱	۳۷۲۰
۱۰	پراویڈنٹ فنڈ	۲	۱۰	۱۱۹۸	۱۰	ہائی سکول	۰	۷	۱۸۰۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ گوشوارہ ماہ مئی

نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقم بقایا			نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقم فاضلہ		
۱۱	ترقی اسلام	۰	۰	۴	۱۱	گرلز سکول	۹	۹	۵۰۴
۱۲	بک ڈپو	۰	۱۲	۲۰۳	۱۲	مدرسہ احمدیہ	۹	۷	۱۱۰۶
					۱۳	جامعہ احمدیہ	۶	۴	۹۹۶
					۱۴	احمدیہ ہوسٹل	۰	۸	۱۶۱
					۱۵	امور عامہ	۳	۷	۵۶۸
					۱۶	ضیافت	۰	۱۵	۱۹۵۳۶
					۱۷	تعلیم و تربیت	۰	۱۵	۶۵۹
					۱۸	تالیف و تصنیف	۰	۳	۷۵۲
					۱۹	امور خارجہ	۰	۱۳	۸۰۵
					۲۰	خلافت	۰	۰	۵۰۰
					۲۱	تجارت	۳	۴	۲۱۱۴
	میزان	۹	۹	۵۲۵۰۹		میزان	۹	۹	۵۲۵۰۹

گوشوارہ بقایا و فاضلہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان دار الامان بابت ماہ جون سنہ ۱۹۳۰ء

نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقم بقایا			نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقم فاضلہ		
۱	بیت المال	۷	۸	۱۲۵۷۷	۱	بقایا و پیشگی	۰	۹	۱۵۴۵۲
۲	طبع و اشاعت	۳	۸	۳۹۲	۲	ایجنسی	۰	۰	۴۸۵۰
۳	جائیداد	۰	۸	۶	۳	تعمیر	۰	۰	۴۰
۴	بورڈران ہائی	۹	۴	۵۱۱	۴	ناظر اعلیٰ	۹	۳	۵۶۰
۵	" احمدیہ	۶	۰	۲۵۶	۵	قضاء	۰	۱۲	۶۷
۶	مقبرہ بہشتی	۰	۱۰	۳۱۸۹۰	۶	افتاء	۰	۰	۱۵
۷	صدقات	۹	۱۲	۵۴۷	۷	پرائیویٹ سیکرٹری	۶	۱۲	۹۵۳
۸	قرضہ	۰	۰	۲۰۱۵۸	۸	محاسب	۶	۱۲	۱۵۰۱
۹	منارہ	۰	۰	۱۳۴۳	۹	ہسپتال	۰	۲	۵۰۴
۱۰	پراویڈنٹ فنڈ	۸	۸	۲۱۸۸	۱۰	دعوۃ و تبلیغ	۰	۳	۷۷۷۶
۱۱	ترقی اسلام	۰	۰	۴	۱۱	ہائی سکول	۰	۰	۲۱۵۴
۱۲	بک ڈپو	۰	۸	۲۵۴	۱۲	مدرسہ احمدیہ	۶	۱۵	۲۰۳۳
					۱۳	جامعہ احمدیہ	۶	۰	۱۹۴۳
					۱۴	احمدیہ ہوسٹل	۰	۰	۳۲۱
					۱۵	امور عامہ	۳	۱۴	۹۰۵
					۱۶	ضیافت	۹	۱۰	۲۱۷۳۹
					۱۷	تعلیم و تربیت	۰	۶	۱۰۰۶
					۱۸	تالیف و تصنیف	۹	۴	۱۲۹۹
					۱۹	امور خارجہ	۶	۱	۱۲۴۸
					۲۰	گرلز سکول	۳	۱۵	۹۴۸
					۲۱	خلافت	۰	۰	۲۷۸۵
					۲۲	تجارت	۳	۴	۲۱۱۴
	میزان	۶	۱۵	۷۰۱۳۱		میزان	۶	۱۵	۷۰۱۳۱

ریویو آف ریلیجنز اُردو ۔ قادیان ۔ ماہ اگست ۱۹۳۰ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹ / ۱۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر ایس ۔ کے ۔ برمن کی

سخت امراض کی مُجرّب پیٹنٹ دوائیں

ٹریڈ مارک SKB رجسٹرڈ

جب آپ کو ملیریا بخار ہو تو

حالت دوا کھانے کے پہلے

حالت دوا کھانے کے بعد

فصلی بخار و طحال کی دوا

استعمال کیجئے ۔ اس دوا سے ہر سال لاکھوں مریض صحت پاتے ہیں ۔ صرف چار پانچ خوراک میں ہی بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے ۔ باقاعدہ اس کا استعمال کرنے سے پُرانی سے پُرانی تلی بھی بیخ و بنیاد سے جاتی رہتی ہے ؂

قیمت فی شیشی چھوٹی ۹ ر ڈاک خرچ ۸ ر
" بڑی شیشی ۱۵ ر ڈاک محصول ۱۱ ر

اصل عرق کافور

یہ ہیضہ کا مشہور و بے خطا علاج ہے ۔ موقع پر اس کا استعمال کرنے سے فیصدی ۹۰ جانیں بچتی ہیں ۔ ہیضہ کے دنوں میں روزانہ دو تین قطرہ استعمال کرنے سے ہیضہ کا ڈر نہیں رہتا ۔

قیمت فی شیشی ۶ ر ڈاک محصول ۶ ر تین شیشی عہ ڈاک محصول ۸ ر

نوٹ ۔ ہماری دوائیں ہر جگہ ملتی ہیں اپنے شہر میں خریدنے سے وقت و ڈاک خرچ کی بچت ہو گی ؂

صیغہ نمبر (۱۱۷) پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ ۔ شیخ محمد وارث رحمت علی سوداگر گورداسپور

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپکر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا